ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار:

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۹ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

۸ جولائی ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول ﷺ

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا قَضٰى أَحَدُكُمْ صَلَاتَهٗ فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهٖ نَصِيْبًا مِنْ صَلَاتِهٖ، فَإِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهٖ مِنْ صَلٰوتِهٖ خَيْرًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھ لے تو اس کو اپنے گھر کے لئے بھی اپنی نماز میں سے ایک حصہ مقرر کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے گھر میں اس کی نماز کی وجہ سے خیر (و برکت) فرماتے ہیں (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ عَطَاءٍ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَرْسَلَهٗ إِلَى السَّائِبِ ابْنِ أُخْتِ نَمِرٍ يَسْأَلُهٗ عَنْ شَيْءٍ رَآهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ: نَعَمْ صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ فَصَلَّيْتُ، فَلَمَّا دَخَلَ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقَالَ: لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ: إِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى تَتَكَلَّمَ أَوْ تَخْرُجَ، فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا بِذٰلِكَ أَنْ لَا تُوْصَلَ صَلٰوةٌ بِصَلٰوةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن عطاؒ کہتے ہیں کہ حضرت نافع بن جبیرؒ نے حضرت سائب بن اخت نمر کے پاس بھیج کر یہ دریافت کیا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے جو چیز ان کی نماز کے متعلق دیکھی ہے کیا وہ صحیح ہے۔ سائب نے جواب دیا۔ جی ہاں! میں نے معاویہؓ کے ساتھ جمعہ کی نماز مقصورہ (حجرہ) میں پڑھی جب امام نے سلام پھیرا تو میں اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور میں نے نماز پڑھی جب معاویہؓ اندر گئے تو آدمی کے ذریعہ مجھ کو کہلا بھیجا کہ دوبارہ ایسا کام نہ کرنا جب جمعہ کی نماز پڑھ چکو تو اس کے ساتھ دوسری نماز نہ ملانا تاوقتیکہ کوئی کلام نہ کر لو یا جگہ نہ تبدیل کر لو۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس چیز کا حکم دیا ہے کہ ہم ایک نماز کے ساتھ دوسری نماز نہ ملائیں یہاں تک کہ کلام کر لیں۔ یا اس جگہ سے علیحدہ ہو جائیں۔ (مسلم)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَلْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ، وَلٰكِنْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ، فَأَوْتِرُوْا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ انھوں نے فرمایا کہ وتر ایسے ضروری تو نہیں ہیں جیسا کہ فرض نماز (کیونکہ فرض نماز کا حکم قطعی ہے اور وتر ایسے نہیں) ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے ہیں۔ اور آپ یوں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ وتر ہے، وتر کو پسند کرتا ہے تو اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَمِنْ أَوْسَطِهٖ وَمِنْ آخِرِهٖ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ إِلَى السَّحَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں۔ رات کے ابتدائی حصہ میں بھی، درمیان میں اور آخر شب میں بھی۔ اور آپ کے وتر سحر تک ختم ہوتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اجْعَلُوْا آخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی رات کی آخری نماز کو وتر بنا لو (یعنی تہجد کے بعد وتر پڑھو) (بخاری و مسلم)

عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَوْتِرُوْا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوْا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھ لو۔ (مسلم شریف)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ صَلٰوتَهٗ بِاللَّيْلِ وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ أَيْقَظَهَا فَأَوْتَرَتْ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ فَإِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ قَالَ: قُوْمِيْ فَأَوْتِرِيْ يَا عَائِشَةُ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز شب پڑھتے تھے۔ اور وہ (عائشہؓ) آپ کے سامنے لیٹی ہوتی تھیں۔ جب وتر باقی رہ جاتے تو آپ حضرت عائشہؓ کو بیدار کر دیتے اور وہ اٹھ کر وتر پڑھتی تھیں۔ اس کو امام مسلم نے ذکر کیا۔ اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کے وتر باقی رہ جاتے تو ارشاد فرماتے عائشہ! اٹھ کر وتر پڑھو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صبح ہو جانے پر وتر پڑھنے میں سبقت کیا کرو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظرؔ
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۲ | ۱۹ ربیع الاوّل ۱۳۸۶ھ مطابق ۸ جولائی ۱۹۶۶ء | شمارہ ۸

گمراہ کن امریکی نقطۂ نگاہ

"ڈان" کراچی کے نمائندۂ خصوصی مقیم واشنگٹن کی اطلاع کے مطابق جو چند روز ہوئے تمام اخبارات میں شائع ہو چکی ہے امریکہ کے سرکاری حلقوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ امریکی حکومت نے پاکستان و ہندوستان کی جو امداد بحال کی ہے اس سے صرف یہی نہیں کہ دونوں ملکوں سے امریکہ کے تعلقات خوشگوار ہو جائیں گے بلکہ پاکستان و ہندوستان کے مابین بھی ایک نئے خوشگوار دور کی داغ بیل پڑ جائے گی ــــ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد پاکستان و بھارت کے بارے میں امریکہ کی پالیسی صرف اس نقطہ پر مرکوز رہی ہے کہ ہر قیمت پر برِصغیر میں امن بحال ہونا چاہئے۔ دوسری ہر بات کو بشمول مسئلہ کشمیر ثانوی اہمیت حاصل ہے اور امریکہ کی یہ خواہش ہے کہ پاکستان مستقبل قریب میں یو۔ این کی ۲۰ ستمبر کی قرارداد کے تیسرے حصّے پر عمل درآمد کے لئے سلامتی کونسل کا اجلاس بلانے کی تحریک نہ کرے ــــ ظاہر ہے دوسرے لفظوں میں امریکی نقطۂ نگاہ سے اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ مسئلہ کشمیر کو کوئی اہمیت حاصل نہیں اور اس کے تصفیے کے بغیر بھی پاکستان و ہندوستان کے تعلقات خوشگوار ہو سکتے ہیں۔

شکر ہے کہ پاکستانی دفترِ خارجہ کے ایک ترجمان نے بالکل صاف الفاظ میں اس امریکی نقطۂ نگاہ کو غلط اور گمراہ کن قرار دیتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ تنازعۂ کشمیر کی حیثیت ثانوی نہیں بلکہ بنیادی ہے اور جب تک یہ مسئلہ کشمیری عوام کی رائے کے مطابق منصفانہ طور پر حل نہیں ہوتا، دونوں ملکوں کے درمیان معمول کے مطابق تعلقات ہرگز بحال نہیں ہو سکتے۔ کشمیر کے پچاس لاکھ باشندوں کے مستقبل اور مقدر کا فیصلہ بھارت کے معاشی و سیاسی نشیب و فراز سے وابستہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے جب تک بھارت مسئلہ کشمیر پر بامقصد بات چیت کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ دوسرے مسائل پر بات چیت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ہماری رائے میں یہ بیان دے کر پاک دفترِ خارجہ کے ترجمان نے دس کروڑ پاکستانیوں کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ لیکن ڈان کے نمائندہ خصوصی کی رپورٹ سے امریکی پالیسی کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا صاف طور پر ظاہر ہے۔

ہم انہیں کالموں میں کئی بار اپنے اس یقین و اذعان کا اظہار کر چکے ہیں کہ یہود و نصاریٰ سے پاکستان کو کوئی توقع کسی قسم کا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ قرآن عزیز کا یہ فیصلہ اپنی جگہ ناطق اور اٹل ہے:۔

لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ۔

یہود و نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے وہ صرف تم سے اسی صورت میں راضی ہو سکتے ہیں کہ تم ان کے تابع ہو جاؤ۔ انکے بندۂ بے دام اور نیازمند غلام ہو جاؤ۔

اب اگر حکومت پاکستان کو یہودیت و نصرانیت کے مظہر امریکہ کے گھڑلے کی مچھلی بننا اور ان کے اشارۂ چشم و ابرو پر پتلیوں کی طرح رقص کرنا منظور ہے تو وہ بے شک امریکی سامراج سے گٹھ جوڑ کرے اور ان سے موہوم امیدیں وابستہ کئے رہے ــــ ہمارا ایمان ہے کہ یہودیوں اور نصرانیوں کا دیس امریکہ مسلمان کا کبھی بھی خیرخواہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ پاکستان کو اس سے کسی خیر کی توقع رکھنی چاہئے کیونکہ مخلوق کے فیصلے تو بدل جاتے ہیں مگر خالق اور کائنات میں متصرفِ حقیقی خدا کے فیصلے کبھی نہیں بدلا کرتے ــــ پاکستان اس سے پہلے جنگ کے دوران اس حقیقت کا واضح مشاہدہ کر چکا ہے اور ماضی میں امریکہ سے ہمارے تعلقات اور اس کا رویّہ اس بات کے شاہدِ عدل ہیں کہ وہ کبھی ہمارا خیرخواہ اور قابلِ اعتماد دوست ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اندریں حالات امریکہ کے آگے ہاتھ پھیلانا اور اس پر بھروسہ کرنا اپنی عقل کو فریب دینا اور مملکتِ خداداد پاکستان سے نادان دوستی کے مترادف ہے۔ امریکہ کا سابقہ طرزِ عمل اور موجودہ روش اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ اُسے فقط اپنے ہی مفادات عزیز ہیں اور پاکستان اور کشمیری عوام کی حق رسی اور عدل و انصاف کے تقاضوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اُس نے ماضی میں پاکستان کے ہر احتجاج و اضطراب کو جس بے پروائی سے نظرانداز کیا ہے اور وہ اب بھی جس راہ پر گامزن ہے اُس سے ہر دانشمند بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ ہوا کا رُخ کیا ہے؟ لیکن نہ جانے ہمارے اربابِ اختیار کس بھول بھلیاں اور غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ انہیں قرآنی ارشادات اور سابقہ تلخ تجربات کے باوجود بھی امریکہ کی چوکھٹ پر جبہ سائی میں ہی راہِ نجات نظر آتی ہے۔

مسٹر بھٹو کی وزارتِ خارجہ سے علیحدگی اگرچہ کئی شکوک و شبہات کی غمّاز ہے لیکن تاہم قوم نے دفترِ خارجہ پاکستان کے ترجمان کے بیان پر ایک گونہ اطمینان کا اظہار کیا ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ اُس نے ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر پاکستان کے مبنی برحق مؤقف کو نہایت مناسب الفاظ میں دوہرا دیا ہے۔ علاوہ ازیں اس بیان نے عوام کے دلوں میں امید کی ایک کرن بھی روشن کر دی ہے کہ حکومتِ پاکستان اس معاملے میں اپنے فرائض سے غافل نہیں بلکہ چوکنا ہے اور وہ امریکی امداد کی قیمت پر پچاس لاکھ کشمیری عوام اور



۴ر ربیع الاوّل ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۳ر جون ۱۹۶۶ء

قرآن وسنّت کو مشعلِ راہ بنائیے!

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفی : امّا بعد :
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

بزرگانِ محترم! اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں یہاں جمع ہو کر اپنا ذکر کرنے اور اپنی یاد کی توفیق نصیب فرمائی۔ یہ فقط اُسی کا فضل و کرم ہے۔ ہمارا اس میں کوئی کمال نہیں۔ انسان کی بساط ہی کیا ہے۔ اللہ نہ چاہے تو یہ کر ہی کیا سکتا ہے؟ ہر چیز اُسی ذاتِ والاصفات کے قبضۂ اختیار میں ہے۔ ہم تو محض اس کے حکموں کی تعمیل کرنے والے ہیں۔ اور یہی ہمارا مقصدِ زندگی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو فرامینِ قرآنی بجا لانے اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم حضرات! قرآن عزیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اور یہ تمام نوعِ انسانی کے لئے ایک مکمل پروگرام اور جامع ترین ضابطہ حیات اپنے اندر رکھتا ہے۔ اب کائناتِ انسانی کے لئے نجات اور فلاحِ دارین کی فقط ایک ہی راہ کھلی ہے۔ کہ وہ قال اللہ اور قال الرسولؐ سے اپنے مشامِ جان کو معطر کرے اور زندگی کا ہر لمحہ کتاب و سنت کی روشنی میں بسر کرے۔ اس کے علاوہ انسانیت کی نجات کی اور کوئی دوسری راہ نہیں۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا نصب العین اور مقصودِ حیات بھی یہی ہے کہ ہم کتاب و سنت کو زندگی کے ہر گوشے میں مشعلِ راہ بنائیں اور چلتے پھرتے "محمدی مسلمان" بنیں۔ لیکن افسوس آج کا مسلمان کتاب و سنت کی سچی تعلیم سے قطعی بے بہرہ ہے۔ عمل تو عمل قرآنِ کریم کے الفاظ سے بھی اس کی شناسائی ختم ہوتی جاتی ہے۔ اور حدیثِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واقفیت اور علم حدیث تو دُور کی بات ہے۔

پہلے لوگ صبح اٹھتے ہی قرآن کریم کی تلاوت اپنے اوپر لازم جانتے تھے۔ کوئی صبح اٹھ کر دو پارے تلاوت کرتا، کوئی تین پارے پڑھنا ضروری خیال کرتا، کوئی اس سے بھی زیادہ پڑھتا اور ایک پارہ تو اکثر لوگ ضرور ہی پڑھا کرتے تھے۔ مگر آج کل تلاوتِ قرآن کریم کا ذوق و شوق ہی ختم ہوتا جا رہا ہے۔ قرآن کریم کی جگہ صبح ڈان، نوائے وقت، مشرق اور امروز پڑھے جاتے ہیں۔ کسقدر افسوس کا مقام ہے کہ اللہ کی کتاب کی جگہ اخبارات نے لے لی ہے — میں اخبارات پڑھنے کا مخالف نہیں ہوں۔ خود بھی میں اکثر اخبارات پڑھتا ہوں لیکن اس بات کا شد و مد سے مخالف ہوں۔ کہ قرآن کو چھوڑ کر اخبارات کا مطالعہ کیا جائے — اخبارات کا مطالعہ آج کل عوامی ضرورت ہے اور اس سے مفید معلومات اور دنیا کے حالات کا انسان کو پتہ چلتا رہتا ہے۔ مگر اخبارات میں گم ہو کر مطالعۂ قرآن اور فکرِ آخرت سے بے نیاز ہو جانا پرلے درجے کی حماقت اور محرومی ہے۔ ہمیں اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ اللہ کرنے، کتاب و سنّت کی تعلیم حاصل کرنے اور فکرِ آخرت میں صَرف کرنا چاہئے اور لہو و لعب اور رفضولیات سے قطعی طور پر بچنا چاہئے۔

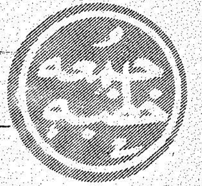
اب ربیع الاوّل کا مبارک مہینہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مبارک مہینے کی ایک مبارک ترین ساعت میں ظلمت کدۂ دہر کو اپنی نورانی ضیاؤں سے منور فرمایا۔ اور کائنات کو گوہرِ مقصود ہاتھ آ گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل ۶۳ برس تک اس جہانِ تیرہ و تار کو بقعۂ نور بناتے رکھا اور اسی ماہ مقدس میں وہ آفتابِ عالم تاب نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ گویا اس طرح ماہ ربیع الاوّل یہ تعلیم بھی اپنے ساتھ لاتا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی ولادت سے وصال تک اور اس کا ایک ایک لمحہ ناقابلِ فراموش ہے، اس کا تذکار مومن کی زندگی کا حاصل ہے اور مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ایک ایک گھڑی اور ایک ایک لمحے کو نشانِ راہ بنائے۔

محترم حضرات! چشمِ فلک اور کائنات کا ذرّہ ذرّہ گواہ ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تو شرک و کفر کی گھٹائیں چھٹ گئیں۔ ظاہری ٹھاٹھ باٹھ اور رسم و رواج کے بُت پاش پاش ہو گئے، لہو و لعب اور اسراف و تبذیر کا جنازہ اُٹھ گیا۔ اور انسانوں کے تاریک دلوں میں نورِ ایمان کی قندیلیں جگمگا اٹھیں۔ لیکن اب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ظاہری زیب و زینت اور نمائش و آرائش میں تو مگن ہیں لیکن دلوں کی دنیا بدلنے کی ہمیں کوئی فکر نہیں — حقیقی اسلام سے ہمیں کوئی سروکار نہیں رہا اور اسراف و تبذیر کو ہم عین اسلام سمجھے بیٹھے ہیں۔

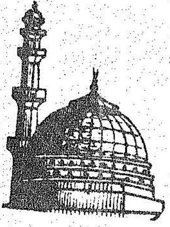
آخر یہ جلسے جلوس، جھنڈیاں، چراغاں اور اسی قسم کی دوسری چیزیں کون سے اسلام کی ترجمان ہیں؟ مدینے والے نے تو ہمیں یہ تعلیم ہرگز نہ دی تھی۔ اصحابِ رسولؐ اللہ اور ہمارے اسلافؒ نے بھی یہ طریق کار میلاد النبی کی خوشیاں منانے کا ہرگز ایجاد نہ کیا تھا۔ پھر کس بنیاد پر اسراف و تبذیر کی یہ ساری عمارت اٹھائی جاتی ہے؟ اس کا کوئی جواز ہے شریعتِ محمدیہؐ میں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ کہنا پڑے گا ؎

ترسم کہ بکعبہ نرسی اے اعرابی!
کیں راہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

دراصل مسلمانوں نے یہ غیر اقوام کی بھونڈی نقل شروع کر دی ہے اور جس طرح وہ اپنے تہواروں میں رنگ رلیاں اور الّلے تلّلے کرتے ہیں ہم نے بھی اس تقریب سعید کو لہو و لعب کا اکھاڑہ بنا دیا ہے۔ چمٹے بجانا، مزامیر کا استعمال اور دورانِ جلوس نمازوں کا کوئی لحاظ



۱۲ر ربیع الاول ۱۳۸۶ھ مطابق یکم جولائی ۱۹۶۶ء



حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت اور آپ کی اطاعت ہی ایک مسلمان کا مقصودِ زندگی ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ـ

ترجمہ : اور بے شک آپؐ تو بڑے ہی خوش خلق ہیں۔

بزرگانِ محترم ! یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ دنیا میں محبت و الفت اُس شے سے کی جاتی ہے جس کے وجود میں کم سے کم دو خوبیاں ضرور ہوں — ایک حسن دوسرے احسان۔

حُسن

ظاہری اعضاء کے تناسب، دلفریب و دلنشیں تشکل و صورت، محاسنِ ذاتی اور خاص کر ان صفات سے متصف ہونے کا نام ہے جو انسان کی ذات کو حدِ تکمیل تک پہنچا دیں۔

احسان۔

کے معنے ہیں ایصال الخیر الی الغیر یعنی اجنبی کو اپنے اخلاق اور خوبیوں کے ساتھ گرویدہ بنا لینا —— باقی جس قدر محاسن کسی میں ہوں اُس کی ذات کے مکمل ہونے کا اعلان ہے۔

ہمارا دعویٰ ہے اور خداوند قدوس اور خدا کی ساری خدائی اس بات پر گواہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات میں ہر خوبی بحدِ کمال موجود تھی۔ خدا کی ساری مخلوق میں آپ کا کوئی شریک و سہیم اور ثانی نہیں، آپؐ دستِ قدرت کا آخری اور اعلیٰ ترین شاہکار ہیں اور آپؐ پر یہ شعر حرف بحرف صادق آتا ہے ؎

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری چشمِ خیال میں نہ دُکانِ آئینہ ساز میں

ہمارا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف محامد و محاسن اور خوبیوں کا چشمۂ صافی ہیں بلکہ تمام حسن کا خاتمہ ہی آپؐ کی ذاتِ گرامی پہ ہے ؎

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کائنات کا سارا حسن اگر کسی ذاتِ واحد میں جمع تھا تو وہ صرف ہمارے آقائے کریم، سیّد دو عالم، سرورِ دو عالم، جانِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات تھی ؎

کائناتِ حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

اسمِ پاک محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آپؐ کے دادا عبدالمطّلب نے تحریکِ غیبی سے رکھا تھا —— حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب میں کہیں اس نام کا پتہ نہیں چلتا اور جب اس نام کا محلِ کامل ہی پیدا نہیں ہوا تھا تو پھر یہ نام کسی کو کیونکر دیا جاتا؟ —— حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود گرامی اس اسمِ مبارک کا محلِ کامل ہے اور اسی لئے جب آپؐ اس دنیا کو اپنے وجود باجود سے مشرف فرما چکے تو منشاء خداوندی سے یہ نام عبدالمطّلب کے قلب و ذہن میں وارد ہوا۔

محترم حضرات ! جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی مجموعۂ محامد اور مرجعِ خلائق ہے اسی طرح آپؐ کا اسم پاک بھی اپنے معانی کے لحاظ سے ایک زندۂ جاوید معجزہ، مختلف خوبیوں کا مرقع، لاتعداد فضائل و کمالات کا خلاصہ اور قدرتِ الٰہیہ کی طرف سے خود آیتِ عظیم ہے۔

علمائے لغت اور محققین نے اسمِ پاک محمدؐ کے مختلف معانی کئے ہیں۔ اور ہر معنیٰ ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام اور کام کے انجام کی پیشین گوئی ہے اور دوسری طرف آپؐ کے کاموں کی تاریخ اور آپؐ کی تعلیم کا لُبِ لباب ہے۔ صاحبِ مفردات نے "محمدؐ" کے معنیٰ الذی اجمعت فیہ الخصال المحمودۃ لکھے ہیں۔ یعنی مختصر لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ لفظ "محمدؐ" کے معنیٰ مجموعۂ خوبی کے ہیں ؎

اے کہ تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم

لغاتِ قاموس نے لفظ "حمد" کے ایک معنیٰ قضاء الحق کے بھی بتلائے ہیں پس لفظ "محمدؐ" کے ایک معنیٰ یہ بھی کہ جس کا حق پورا کر دیا گیا ہو — یعنی قدرت کی جانب سے نوعِ انسان کو جس سرحدِ کمال تک پہنچانا مقصود تھا اور انسان کا اپنے خالق پر جو حقِ تخلیق مقرر تھا۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا کر دیا گیا۔ علم و عمل، خَلق و خُلق، دماغ و کیریکٹر، ارتقائے ذہنی و ارتقائے عملی یہی دو چیزیں انسان کا خلاصہ اور اس کی کائناتِ تخلیق کا لبِ لباب ہیں۔ اول ثانی کے لئے بنیاد ہے۔ عمل علم پر، کیریکٹر دماغ پر، خُلق خلق پر قائم ہے۔ یہ ایک عجیب نکتہ ہے کہ جتنی ہی کسی انسان کی حالت مکمل ہوگی اسی قدر اس کی خلقی کیفیت راسخ و مستحکم ہوگی۔ ایک کا کمال دوسرے کے کمال کی علامت اور ایک کا نقصان دوسرے کے نقصان کی نشانی ہے۔ تاریخی طور پر یہ امر ثابت ہے کہ کیریکٹر اور اخلاق کی جملہ شاخوں کی پختگی اور تکمیل کا جو نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک نے پیش کیا عالمِ انسانی اس کی

نظیر سے عاجز ہے۔ حتیٰ کہ خود دشمنوں کے اقرار سے اس کو فرما دیا گیا۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ

محاورات عرب سے حمد کے یہ بھی معنیٰ معلوم ہوتے ہیں کہ کسی کام کو اپنی قدرت کے مطابق انجام دینا۔ حماسیات میں نیزہ کے بھرپور پڑنے کے وقت حَمِدْتُ بَلَاءَہٗ (میں نے وار پورا کیا) کا محاورہ بہت مشہور ہے۔ اس معنیٰ کو سامنے رکھتے ہوئے اور اوپر کے مضمون کو پیشِ نظر رکھ کر بے تامل کہا جا سکتا ہے کہ لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کے معنیٰ مخلوق کامل کے بھی ہیں" (ماخوذ)

اسی طرح لفظ "محمد" کا ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے۔ کہ جس کی تعریف کبھی ختم نہ ہو۔ تعریف کے بعد تعریف اور توصیف کے بعد توصیف ہوتی رہے جس کی تعریف بے اختیار کی گئی ہو اور جس کا جزء جزء قابل تعریف ہو۔

غرض اسم پاک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اندر معانی و معارف کے بے شمار گنج ہائے گرانمایہ پنہاں ہیں اور ہر معنیٰ مسمیٰ کی خوبیوں اور کمالات پر دال اور مستقبل کے متعلق پیش گوئی کی حیثیت رکھتا ہے۔

اب غور فرمایئے! لغوی معنوں کے تحت ہیں یہ پیش گوئی بھی شامل ہے کہ آپ کی تعریف اور اوصاف و محامد کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا آپ کی مدح و ثناء دنیا میں سب سے بڑھ کر سب سے زیادہ توالی اور تواتر کے ساتھ کی جائیگی۔

چنانچہ، آج دوست و دشمن، فضا و ہوا اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات پر گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ وعم نوالہٗ کے بعد سب سے زیادہ مدح و ثناء صرف مکہ کے دُرِ یتیم، آمنہ کے لال اور گنبدِ خضراء کے مکین ہی کی ہوتی ہے۔

آخر آمنہ کے لال کے سوا وہ کون ہے جس کا مقدس نام آج اربوں اشخاص کی زبانوں پر جاری اور قلوب میں ساری ہے اور جس کی بارگاہِ قدس میں ہر لمحہ اور ہر گھڑی درود و صلوٰۃ کی لاتعداد ڈالیاں مخلوقِ خدا اور خود خالقِ ارض و سما کی طرف سے بھیجی جاتی ہیں۔ کائنات کا وہ کون سا حصہ ہے اور دن اور رات کا وہ کون سا لمحہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نام لیوا آپؐ کی خدمتِ اقدس میں ہدیۂ درود و سلام نہ بھیج رہا ہو؟

مکہ کے دُرِ یتیم کے علاوہ وہ کون ہے جس کی نوبتِ شاہانہ مساجد کے بلند ترین میناروں سے مخلوقِ خدا کے کانوں میں رس گھول رہی ہے۔

گنبدِ خضرا کے مکین کے بغیر وہ کون ہے جس کی سیرتِ پاک انسانی زندگی کے ہر لمحہ و ہر ساعت میں اور ہر درجہ اور ہر مقام پر رہنما ہے۔

پھر اُس مجموعۂ خوبی اور مخلوقِ کامل کے سوا جس کا نام نامی اسم گرامی محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے کون ہے جو اپنے افعال میں محمود اور تعلیم سے محسود ہے؟ جس کی رفعت فرش سے عرش تک ملی ہوئی ہے اور جس کی تعلیم کی وسعت برّ و بحر پر چھائی ہوئی ہے؟

بے شک وہ ذاتِ گرامی فقط محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسم بھی محمدؐ ہے اور مسمیٰ بھی محمدؐ ہے اور حمد کو اُس ذاتِ ہمایونی کے ساتھ نسبتِ خاص ہے ؎

وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ
فَذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٗ

پاک ہے وہ اللہ رب العزت جس نے اپنے نبی کا ایسا پاک نام رکھا اور پاکیزہ ہے وہ نبی جسے اُس کے معبود نے ایسی خوبیوں، کمالات اور فضیلتوں سے آراستہ کیا!

محبتِ رسولؐ

یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ کسی سے محبت "حسن و احسان" کی خوبیوں کی بناء پر کی جاتی ہے۔ اور یہ خوبیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ صرف بدرجۂ اتم موجود تھیں بلکہ دنیا میں ان کا کامل طور پر ظہور ہوا ہی آپؐ کے وجودِ گرامی سے ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی ذات کے بعد اگر دنیا میں کسی سے کامل محبت کی جا سکتی ہے۔ تو وہ صرف محمد عربی فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات ہو سکتی ہے۔ جن کے لئے یہ فیصلہ ناطق ہے۔

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تکمیلِ ایمان و محبت کے بارے میں اپنے امتیوں سے ارشاد فرماتے ہیں:۔

لا یکون احدکم مومنا حتّٰی اکون احب الیہ من والدہٖ و ولدہٖ والناس اجمعین۔

ترجمہ: نہیں ہوتا کوئی تم میں سے مومن یہاں تک کہ ہو جاؤں میں بہت ہی پیارا اُس کی طرف اس کے باپ، سے اُس کے بیٹے سے اور تمام لوگوں سے

مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے اسے ان الفاظ میں نظم کیا ہے ؎

حج اچھا، نماز اچھی، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود ان کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

پس دنیا میں ایک انسان کی محبوب سے محبوب ترین ہستی اگر کوئی مخلوق میں ہو سکتی ہے تو وہ ہمارے آقا و مولیٰ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے ؎

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی عقیدت کے پھول یوں نچھاور فرماتے ہیں ؎

خلقت منزہ من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاءُ

اے محمدؐ! آپ پیدا کئے گئے ہیں۔ حالانکہ آپؐ بری ہیں ہر ایک عیب سے۔ گویا کہ آپؐ پیدا کئے گئے ہیں جیسا آپؐ نے چاہا۔

چودھویں کے چاند سے زیادہ حسین

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چودھویں رات کے چاند میں دیکھا اور آپ کے اوپر سرخ رنگ کا حلہ تھا۔ پس میں آپؐ کی طرف بھی دیکھتا اور چودھویں کے چاند کی طرف بھی لیکن بخدا آپ مجھے چاند سے حسن و جمال میں کہیں زیادہ حسین معلوم ہوتے تھے۔

احسان مبرّہن

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کفارِ مکہ کا ایک مجمع جناب ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے عرض کیا۔ کہ آپ کے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے بتوں کی شان میں گستاخی کی ہے انہیں حاجت روا اور مشکلکشا ماننے سے

باقی صـ۱۶ پر

خواتین کا صفحہ

معرکۂ حق و باطل

محمد منصور خاں نعمانی

ایمان بڑی دولت ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے جس کو نصیب ہو جائے جس پر ہو جائے اس سے انسانیت سنورتی نکھرتی ہے، زندگی کا حسن دوبالا ہوتا ہے۔ روحانیت کا غازہ چمکتا ہے یہ ایک ایسا سرچشمہ ہے جس سے بیشمار چشمے ابلتے ہیں اور زندگی کا حقیقی لطف حاصل ہوتا ہے۔ اس دولت عظمیٰ کے سامنے تمام عشرت سامانیاں ہیچ ہیں اور تمام خسروانہ اقتدار اور ملوکانہ جاہ و جلال حقیر و مبتذل ہیں۔ فرعون کے عہد میں ایک کنیز جو ایمان سے بہرہ ور تھی۔ فرعون کے محل میں رہ کر اس کے شاہانہ شوکت و تجمل کو دیکھ کر اور سایۂ عاطفت میں پل کر ایمان کا روشن چراغ اپنے سینہ میں لئے ہوئے تھی۔ وہ شہزادی کی خدمت، اس کے زلف و عارض کو مشک و گل سے حسین بنانے میں مصروف رہتی تھی۔ ایک دن وہ شہزادی کی زلفیں سلجھا رہی تھی کہ کنگھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تو اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور کنگھی اٹھا لی۔ شہزادی اس کلمہ سے ناآشنا تھی۔ وہ چونک سی گئی اس نے کنیز سے کہا۔ کہ تو نے یہ کیا کہا؟ کنیز نے کہا کہ میں نے اس خدائے عزوجل کا نام لیا جو دنیا کا خالق و مالک و رب ہے جس نے تمہارے باپ کو پیدا کیا اور تیرے باپ کو سلطنت عظمیٰ عطا کی۔ شہزادی اس بات کو بڑی حیرت سے سن رہی تھی اس کے حاشیہ خیال میں یہ بات بھی نہ تھی کہ میرے باپ کے علاوہ کوئی دوسرا مالک اور صاحب اقتدار روئے زمین پر ہے وہ عظمت و کبریائی کا حقیقی سرچشمہ اپنے باپ کو تصور کرتی تھی۔ عقل و دانش کا خزینہ اس کے خیال میں صرف باپ ہی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فرعون نے "انا ربکم الاعلیٰ" کا نعرہ بلند کیا تھا۔ نعوذ باللہ من ذالک"۔ شہزادی نے یہ ساری گفتگو اپنے باپ کو کہہ سنائی —— فرعون جو اپنے آپ کو رب کہتا تھا ذہن میں حاشا وکلا یہ بات بھی نہیں تھی کہ اس کے علاوہ کوئی بادشاہ ہے۔ فرعون غصہ سے کانپ اٹھا۔ اس کا حکم شاہی نافذ ہوا کہ کنیز کو دربار شاہی میں حاضر کیا جائے۔ فرعون ملوکانہ جاہ و جلال کے ساتھ تخت پر جلوہ افروز ہے فرعون کہتا ہے کیا تو میرے علاوہ کسی اور رب کا تصور رکھتی ہے؟ کنیز نے صبر و استقامت سے جواب دیا کہ رب حقیقی تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تصدیق کی ہے —— حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبری اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت و الوہیت پر ایمان رکھتی ہوں۔ فرعون یہ دلیرانہ جواب سن کر ہکا بکا رہ گیا۔ خسروانہ جاہ و جلال کا گنبد پاش پاش ہو گیا۔ یہ جواب اس کے علم بغاوت کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے اپنی گرجدار آواز میں جلاد کو حکم دیا کہ اس لڑکی کو چت لٹایا جائے اور اس کے سارے جسم میں کیلیں چبھائی جائیں۔ فرعون کی گرجدار آواز سن کر ایوان کے بام و در ہل گئے اور دریائے نیل کی لہراتی ہوئی موجیں یک بیک ساکت ہو گئیں۔ وہ وقت کتنا دلخراش تھا کہ فرعون کے محل میں ایک کنیز جو کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان رکھتی ہو، فرعون کی خدائی سے ہٹ کر اس کے نرم و گداز پنڈلیوں میں جلاد ہتھوڑے سے آہنی کیلیں جڑ رہا ہے۔ اس حال میں بھی اس کی زبان میں جنبش ہے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہے اور فرعون کو مخاطب کر کے کہہ رہی ہے۔ آپ زیادہ سے زیادہ ہماری اس عارضی زندگی تک ہمارے جسموں پر حکومت کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہماری تمنا ہے کہ خدا تعالیٰ ہماری لغزشیں معاف کر دے۔ کیونکہ ہم جان چکے ہیں کہ جو شخص گنہگاری کی حالت میں خدا کے سامنے حاضر ہوگا اسے جہنم میں ڈالا جائے گا جہاں موت نہ آئے گی نہ آرام نصیب ہوگا اور جو شخص مومن ہو کر خدا تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوا اس کے لئے ہر طرح کا سامان فراہم کر دیا جائے گا جو کبھی اس سے چھینا نہیں جائے گا۔

دریائے نیل کے کنارے محل کی ساری محفل سامانیاں موجود تھیں اس وقت جام و ساغر کے دور چل رہے تھے۔ ارباب نشاط اس حال میں بھی بربط کے تاروں پر نغمے فضا میں بکھیر رہے تھے فرعون اور اس کے ہم نشین محظوظ اور خوش ہو رہے تھے۔ اس وقت کوئی طاقت ایسی نہیں تھی جو فرعون کی حریف اور مقابل ہو جو اس کو اس فعل مکروہ سے روک سکے۔ ہاں کچھ حضرات ایسے ضرور تھے جن کی آنکھیں نمناک تھیں، پوری کائنات ساکت تھی اور انسانی لبوں پر مہر سکوت ثبت تھی۔ زمین پر مخلصین کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ کنیز کے پورے جسم کو کیلوں میں جکڑ دیا گیا تھا مگر صبر و استقامت نے اس کے تابانی چہرے کو مہروماہ بنا دیا تھا۔ اور ہر طرف کوثر و تسنیم کا رنگ پھیل رہا تھا۔

لیکن کنیز اپنی بات سے ہٹی نہیں۔ اور اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور زبان پر یہ الفاظ تھے "لا الٰہ الا اللہ" فرعون یہ الفاظ سنتا تھا اور اس کا چہرہ دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح بھڑک رہا تھا۔ حکم جاری ہوا کہ اس پر انگارے ڈال دئے جائیں تاکہ اس کا پورا جسم دہک جائے اور ایوان میں یہ آواز گونجی کہ اس کے شیر خوار بچہ کو دہکتے ہوئے انگاروں میں ڈال دیا جائے لیکن فرعون کی تسکین خاطر اس سے بھی نہ ہوئی۔ حکم ہوا کہ اس کی ماں کو بھی آگ میں ڈال دیا جائے۔

گرچہ فرعون نے اس کو طرح طرح کی سزائیں دیں لیکن یہ اذیت و تکالیف اس کی ایمانی حرارت کو سرد نہ کر سکی۔ شاید انہیں لوگوں کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے:۔

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

از: مولانا محمد یوسف، ماموں کانجن

زکوٰۃ کی شرح میں اضافہ

حامداً و مصلیاً و مسلماً، ڈاکٹر فضل الرحمان صاحب کا مراسلہ "زکوٰۃ کی شرح میں اضافہ" کے موضوع پر ۸ر جون کے مشرق میں شائع ہوا ہے۔ موصوف کا یہ مراسلہ چند در چند مغالطوں پر مشتمل ہے، وہ فرماتے ہیں۔

"قرآنِ حکیم یا رسول اللہ نے زکوٰۃ کے سوا اور کوئی ٹیکس عائد نہیں کیا...... اس لئے زکوٰۃ کے علاوہ اگر کوئی اور ٹیکس عائد کرنے کی ضرورت ہو تو وہ زکوٰۃ ہی میں مدغم کرنا پڑے گا"

موصوف کا یہ نظریہ سراسر مغالطہ ہے کہ زکوٰۃ کی حیثیت صرف ایک ٹیکس کی ہے، معاذ اللہ۔ ہر شخص جانتا ہے کہ زکوٰۃ اسلام کی پاکیزہ عبادت ہے، ایمان، اور نماز کے بعد تیسرا بڑا اسلامی رکن ہے، صحیحین کی مشہور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، (۱) کلمۂ توحید کا اقرار کرنا (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) حج کرنا، اس کے علاوہ قرآن و حدیث کے بے شمار نصوص میں اسکی اہمیت اور فرضیت کا اعلان موجود ہے، اور زکوٰۃ اور اس کی خاص خاص مقداروں کو ضروریات دین میں سے شمار کیا گیا ہے، جن کا ثبوت ایسا قطعی، بدیہی اور روشن ہے کہ اس میں ادنیٰ قسم کا شک و ارتیاب بھی کسی کے لئے موجبِ کفر ہو سکتا ہے چنانچہ صدیقی دور میں جب منعِ زکوٰۃ کا فتنہ کھڑا ہوا تو آپ نے ان کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا، اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ جب وہ کلمۂ اسلام کے قائل ہیں تو آپ ان کے خلاف فوج کشی کیسے کر سکتے ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوری بلند آہنگی کے ساتھ اعلان فرمایا،

بخدا! میں ان لوگوں سے جہاد کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرتے ہیں، اس لئے کہ زکوٰۃ حق مال ہے، خدا کی قسم اگر وہ ایک رسی بھی روک لینگے، جسے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے تب بھی میں ان سے لڑوں گا۔

(صحیحین بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۷)

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی سے امت زکوٰۃ کو ایک غیر متبدل فریضۂ خداوند کی حیثیت سے مانتی چلی آئی ہے، اب موصوف کا اسے ٹیکس قرار دے کر قابلِ ترمیم و تنسیخ قرار دینا اسلام کے خلاف کھلا چیلنج نہیں تو اور کیا ہے، پھر موصوف نے اس پر بھی غور نہیں فرمایا، کہ زکوٰۃ کا نفاذ آسمانی وحی سے ہوتا ہے جب کہ ٹیکس مسلم و کافر سبھی قسم کی حکومتوں کی طرف سے نافذ کئے جاتے ہیں، زکوٰۃ کا فریضہ صرف مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے، جب کہ ٹیکس کسی مذہب و ملت کے ساتھ خاص نہیں، سوچا جا سکتا ہے کہ ان دونوں کو گڈ مڈ کر دینا کہاں تک قرینِ عقل و دانش ہے، موصوف کا یہ مفروضہ بھی ناقابلِ قبول ہے، کہ اسلام میں زکوٰۃ کے سوا آمدنی کی کوئی مد نہیں، واقعہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ عشر، خراج، جزیہ، صدقات واجبہ، صدقات نافلہ، فئے، خمس، سرکاری زمینوں کے محاصل، غیر مسلم اموال تجارت کے محصول اوقات وقتی چندے، اور اموال فاضلہ کے مختلف عنوانات سے اسلام نے آمدنی کی مدات تجویز کی ہیں جن کے الگ الگ مصارف کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے،

موصوف نے اپنے مؤقف کی تائید کے لئے ایک واقعہ کا حوالہ دیا ہے، وہ کہتے ہیں،

"رسول اللہ کے زمانہ میں گھوڑوں پر زکوٰۃ وصول نہیں کی جاتی تھی، (کیونکہ اس زمانہ میں گھوڑوں کی تعداد بہت کم تھی) لیکن جب حضرت عمر کے عہد خلافت میں گھوڑوں کی فراوانی ہو گئی تو آپ نے ان پر زکوٰۃ وصول کی"

اب موصوف اس سے کھینچ تان کر یہ نتیجہ پیدا کرتے ہیں "کہ گویا حضرت عمرؓ نے ایک ایسی چیز زکوٰۃ کے زمرہ میں شامل کر لی جو رسول اللہؐ کے زمانے میں اس سے خارج تھی"

اس سے قطع نظر کہ واقعہ کی اصل نوعیت کیا ہے، سوال یہ ہے کہ جب ڈاکٹر صاحب کے اپنے بیان کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑوں پر زکوٰۃ وصول نہ کئے جانے کی وجہ ان کی قلتِ تعداد، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وصول کئے جانے کی وجہ ان کی فراوانی تھی جس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نصاب موجود نہ تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں موجود ہو گیا تو اس سے یہ نتیجہ کہاں سے نکل آیا کہ ایک چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زکوٰۃ کے زمرہ سے خارج تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے داخل کر لیا، اب اسے موصوف کے قوتِ حافظہ کا کمال قرار دیا جائے، کہ اپنے ہی قلم سے نکلی ہوئی بات کے یاد رکھنے سے وہ معذور ہیں یا ان کی کمالِ ذہانت کا کرشمہ قرار دیا جائے کہ وہ اپنی عبارت کا واضح مفہوم بھی نہیں سمجھ پاتے۔

اس پر مزید یہ کہ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں" اس واقعہ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک مسلم مملکت میں اسلامی نقطۂ نظر سے واحد ٹیکس زکوٰۃ ہے" میں انہیں سے انصاف چاہتا ہوں کہ کیا یہ کسی درجہ میں بھی علمی استدلال کہلانے کا مستحق ہے۔؟

ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اس ضمن میں موصوف نے ایک آیت کا تفسیری نمونہ بھی پیش فرمایا ہے، جس سے ان کے بقول آیت مسلمانوں کی تمام معاشرتی ضروریات پر محیط ہو گئی ہے، (۱) فقراء و مساکین سے مراد غرباء و مساکین کی بہبود، والعاملین علیہا (زکوٰۃ وصول کرنے والوں کی اجرت) سے مراد سول سروس، مؤلفۃ القلوب سے مراد سیاسی مقاصد کے فنڈ، غارمین اور فی الرقاب دونوں کا مفہوم قوم کی معاشی حالت کو مستحکم کرنا ابن السبیل کے معنیٰ مواصلات اور ذرائع آمد و رفت، اور فی سبیل اللہ سے مقصود دفاع اور (حاضر الوقت) تعلیم کے اخراجات۔ گویا قومی ترانہ گانے والی مغنیات کو جو ماضیٔ قریب میں تمغے عطا کئے گئے ہیں وہ موصوف کے نزدیک فی سبیل اللہ کی عملی تفسیریں ہیں، لیکن سوال پھر باقی رہ جاتا ہے کہ آرٹ اور ثقافت کے نام پر جو رقم وصول کی جائے گی، خاندانی منصوبہ بندی پر جو سرمایا لگایا جائے گا، بیرونی مہمانوں کی خدمت میں شراب و کباب اور دیگر ضروریات پیش کرنے پر جو رقم صرف کی جائے گی، اور اسی قسم کے دوسرے جائز و ناجائز مصارف کے لئے جو سرمایہ درکار ہو گا نہ جانے موصوف کے نزدیک وہ مذکورہ بالا مدات میں سے کس مد میں شامل، اور قرآن کے کون سے لفظ کے تحت داخل ہو گا؟

موصوف کو شدید رنج اس بات کا ہے "کہ فقہ اسلامی کی کتابوں میں شروع ہی سے زکوٰۃ کو معاملات سے ممتاز کر کے عبادات میں کیوں شمار کیا گیا ہے، اور انہیں تعجب کہ" یہ امتیاز نہ جانے

(باقی ص ۱۴ پر)

عبدالرزاق صاحب، کراچی

حقوقِ والدین

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے وہ زندگی کے ہر معاملہ میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام نے حقوق العباد میں سب سے اولین والدین کو قرار دیا ہے۔ قرآن و احادیث میں جابجا والدین کے ساتھ حسن وسلوک کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ قرآن میں بہت سے مقامات پر والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اور حکم دیا تیرے پروردگار نے کہ تم اس اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کرنا اور نہ انہیں ڈانٹنا اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرنا اور ان کے واسطے مہربانی سے تواضع کا بازو پست رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے" (پ ۱۵ ع ۲)

مندرجہ بالا آیت میں سب سے پہلے توحید کا درس دیا گیا ہے کہ انسان خدا کے سوائے کسی کی عبادت نہ کرے اور کوئی چیز مانگنا ہے تو اسی سے مانگے یا جھکے تو اسی کے آگے جھکے ؎

جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
لگاؤ تو لو اپنی اس سے لگاؤ

اگر انسان نماز میں بظاہر اللہ کی طرف جھک رہا ہے اور دل کسی غیر کے آگے جھک رہا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ اقرار نہیں عملاً انکار ہے نماز نہیں مذاق ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وبالوالدین احساناً کہ ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور نیکی کرو کا حکم فرمایا ہے اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ (پ ۲۱ ع ۱۱) شکر کر میرے واسطے اور شکر کر اپنے والدین کے واسطے۔ اندازہ کیجئے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے بعد والدین کی فرمابرداری اور احسان کا ذکر فرمایا ہے اور پھر اسی آیت میں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ جب وہ بڑھاپے کو پہنچے تو ان کے سامنے اُف تک نہ کرو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ معمولی سے معمولی بات جو والدین پر گراں گزرے نہ کی جائے کسی وقت بھی ان کے سامنے گستاخی سے پیش نہ آیا جائے۔ بلکہ ادب و احترام سے پیش آیا جائے۔ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ جب والدین ضعیف ہو جاتے ہیں تو اولاد کو ان سے نفرت اور دوری ہونے لگتی ہے اس لئے خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرما دیا کہ جب وہ بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کے سامنے اُف تک نہ کرو۔ پھر ارشاد فرما دیا گیا کہ ولاتنھرھما "اور والدین کو مت جھڑکو" یعنی والدین سے اگر ایسا فعل سرزد ہو جائے جو اولاد کو ناگوار گزرے تو اس پر والدین کو نہ جھڑکو اور نہ ان کو دھمکی دو بلکہ ادب اور احترام کے ساتھ پیش آؤ اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔

قرآن مجید میں اور بھی کئی مقامات پر والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے سب کا احاطہ اس مختصر سے رسالہ میں ممکن نہیں اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث ہیں جن میں آپ نے والدین سے حسن سلوک کرنے، والدین کے اطاعت گزاری کے فضائل اور نافرمان کے متعلق وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں۔ خدا کے ایک ناچیز بندے اور حضورؐ کے ایک ادنیٰ غلام ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم خدا اور اسکے رسولؐ کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دیں اور اللہ کے احکام کی تکمیل اور حضورؐ کے فرمان کے اتباع میں لگ جائیں۔ یہی ہماری بخشش اور نجات کی صورت ہے۔

ایک طرف قرآن واحادیث میں اس بات کی تاکید کی جاتی ہے کہ تم اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو لیکن افسوس ہے اس اولاد پر جو اپنی ماں اور باپ کے ساتھ طرح طرح کے ظلم وستم کرتی ہے جس کا اندازہ حسب ذیل کی آنکھوں دیکھی مثالوں سے لگایا جا سکتا ہے۔

والدہ کو مار کر ان سے فلم کے لئے پیسے نکلوانا، باپ کو مارنا ان کو گالی دینا طرح طرح کی دھمکیاں دینا، ان کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنا، ان کو ستانا، دکھ اور تکلیف پہنچانا اولاد کا معمول بن چکا ہے۔ اولاد ان تمام احسانات کو فراموش کر بیٹھی ہے جو اس کے والدین نے اس کی پرورش میں کئے تھے۔

ذیل میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید اور نافرمان، اولاد کے متعلق وعیدیں اور نیک اولاد کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔

جنت ماں کے قدموں تلے ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت تمہاری ماں کے قدموں تلے ہے اگر جنت ڈھونڈھنا چاہتے ہو تو ماں کے پاؤں کے نیچے تلاش کرو۔ یعنی والدین کے تم اس قدر فرمانبردار ہو جاؤ کہ اللہ ان کی خدمت کی بنا پر تم سے راضی ہو جائے اور تم کو جنت میں جگہ عطا فرمائے۔

اویس قرنی کا واقعہ

حضرت اویس قرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے۔ ان کو حضورؐ سے بے انتہا عشق تھا۔ مگر ان کو حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضری کا موقعہ نہ ملا۔ بعض اصحابؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ اویس آپ کی خدمت میں کیوں حاضر نہیں ہوتے حالانکہ آپؐ ان کی بہت تعریف فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ میری شریعت کے احترام کی وجہ سے مجبور ہے۔ اس کی ماں حیات ہے اور اس کا کوئی خدمت گزار نہیں وہ اس کی وجہ سے میری ملاقات سے معذور ہے اور پھر وہ اس درجہ کو پہنچے کہ رحلت کے وقت حضورؐ نے اپنے خرقہ مبارک کو حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کے سپرد کیا اور فرمایا کہ اسے میرے دوست اور میرے عاشق اویس تک پہنچا دینا اور کہنا کہ میری امت کے گنہگاروں

کے لئے شفاعت مانگیں۔

تاریخ ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ آج کے اس معاشرے میں اولاد اپنے والدین کے ساتھ جس گستاخی اور بے ادبی سے پیش آتی ہے وہ لوگوں کی نظر سے اوجھل نہیں۔ اولاد کو اپنے ماں اور باپ کو مارتے ہوئے اور زخمی کرتے ہوئے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی زیادہ گستاخی کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ خدا کی پکڑ بڑی سخت ہے خدا ڈھیل دے رہا ہے اس اس ڈھیل کا ناجائز فائدہ نہ اٹھانا چاہیئے۔ جلد خدا کی بارگاہ کی طرف رجوع ہو کر صدق دل سے توبہ کر لینی چاہیئے اور ماں باپ سے اپنی گستاخی اور بدسلوکی کی معافی مانگنی چاہیئے

اسلام میں والدہ کا مقام

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ سے ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول میرے حسن و سلوک احسان اور خدمت گزاری کے زیادہ لائق کون ہے آپ نے فرمایا "تیری ماں" اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا "تیری ماں" اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا "تیری ماں" اس نے عرض کیا حضورؐ پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ۔

حضورؐ نے اس حدیث میں ماں کو احسان اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار قرار دیا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ماں اپنی اولاد کی خاطر جو مشقت اور تکلیف برداشت کرتی ہے وہ کوئی اور نہیں کرتا۔ وہ نو ماہ تک حمل کے بوجھ کو اٹھاتی ہے پھر دو سال تک بچے کو دودھ پلاتی ہے پھر ہر موسم اور ہر لمحہ اس کی خدمت گزاری کرتی ہے اپنی راتوں کی نیند حرام کر دیتی ہے اپنی جان اور اپنا مال اولاد کی خاطر قربان کر دیتی ہے اور اس کی پرورش کرتی ہے اس وجہ سے احترام اور اطاعت میں والدہ کا حق غالب ہے۔ اس کے بعد والد کا درجہ ہے۔

والدہ کو ایذا دینا حرام ہے

حضرت مغیرہ روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کی تم پر ماؤں کو ایذا دینا، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا، اور حرام کی تم پر بخیلی اور گداگری اور مکروہ رکھی تمہارے لئے قیل و قال اور کثرت سوال اور اضاعت مال۔ اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ والدہ کو ایذا دینا حرام ہے اور اس کا مرتکب گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو گا۔ اسی طرح حدیث میں آیا ہے والدین کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے۔

والدین سے حسن سلوک کی فضیلت

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہوئی کہتی ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا کہ داخل ہوا میں بحالت خواب جنت میں پس سنی میں نے وہاں آواز قرآن پڑھنے کی میں نے کہا کہ کون ہے کہ قرآن پڑھتا ہے کہا فرشتوں نے حارثہ بن نعمانؓ ہے اپنی والدہ کے ساتھ بہت نیکی کرنے والا تھا۔

غور کیجیئے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا کس قدر بڑا درجہ اور اعزاز ہے۔ اور کس قدر قرب خداوندی نصیب ہوتا ہے اس شخص کو جو والدین کا فرمانبردار ہے پس قابل مبارک ہے وہ اولاد جو اپنے والدین کی اطاعت گزار ہے۔

والدہ کی نیکی کا کوئی بدل نہیں

حضرت ابن عمرؓ نے ایک بار ایک یمنی آدمی کو دیکھا کہ اپنی پیٹھ پر اپنی ماں کو لئے ہوئے طواف کعبہ کر رہا تھا اس نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا میں نے ماں کا بدلہ اتار دیا؟ حضرت ابن عمرؓ نے کہا نہیں سنو ماں کی ایک آہ کا بدلہ بھی نہیں ہوا۔ (ادب المفرد امام بخاریؒ)

اگر انسان پوری عمر اپنی والدہ اور والد کی خدمت کرتا رہے وہ ہرگز ان کا حق نہیں ادا کر سکتا۔ بے شمار کرم نوازیاں اور احسانات ہیں ہمارے والدین کے ہم پر۔ ہماری انہوں نے بچپن میں پرورش کی پالا پوسا بڑا کیا اچھی سے اچھی تعلیم دلوائی۔ جس کا بدلہ ہرگز ادا نہیں کیا جا سکتا۔

نافرمان اولاد کے متعلق وعیدیں

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے (بخاری، مسلم بطولہ)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ماں باپ کا نافرمان جنت میں نہ جائے گا۔ (نسائیؒ)

ایک اور جگہ تاجدار مدینہ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے تین شخصوں پر جنت حرام کر دی ہے منجملہ ان میں ایک والدین کا نافرمان بھی ہے (احمد) اسی مضمون کی ایک اور حدیث حاکم میں آئی ہے نبیؐ نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کے نافرمان کو جنت میں داخل نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں حضرت محمدؐ کا ارشاد گرامی ہے فرمایا شرک، ماں باپ کی نافرمانی اور میدان جہاد سے بھاگنا یہ ایسے مذموم فعل ہیں کہ ان کی موجودگی میں کوئی نیک عمل قبول نہیں ہو سکتا (طبرانی)

بخاری اور مسلم کی روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ من جملہ کبائر کے ایک کبیرہ گناہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت کرے۔

رحمۃ اللعالمین کی ذات گرامی نے اس اولاد کو ملعون کہا ہے جو ماں باپ کی نافرمان اور ان کو گالی دینے والی ہے۔ (طبرانی۔ ابن حبان)

والدہ کے نافرمان کا عبرتناک واقعہ

علقمہ نامی ایک شخص جو نماز روزے کا بہت پابند تھا جب اس کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اس کے منہ سے باوجود تلقین کے کلمہ شہادت جاری نہ ہوتا تھا۔ علقمہ کی بیوی نے رسولؐ کی خدمت میں آدمی بھیج کر اس واقعہ کی اطلاع کرائی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا علقمہ کے والدین زندہ ہیں یا نہیں معلوم ہوا کہ صرف والدہ زندہ ہے اور وہ علقمہ سے ناراض ہے آپؐ نے علقمہ کی ماں کو اطلاع کرائی کہ میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تم میرے پاس آتی ہو یا میں خود تمہارے پاس آؤں۔ علقمہ کی بڑھیا ماں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی بلکہ میں خود ہی حاضر ہوتی ہوں چنانچہ بڑھیا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپؐ نے علقمہ کے متعلق کچھ دریافت فرمایا تو اس نے کہا کہ علقمہ نہایت نیک آدمی ہے لیکن وہ اپنی بیوی کے مقابلے میں ہمیشہ میری نافرمانی کرتا ہے اس لئے میں اس سے ناراض ہوں آپؐ نے فرمایا کہ اگر تو اس کی خطا معاف کر دے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے لیکن اس نے انکار کر دیا تب آپؐ نے حضرت بلال

کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو اور علقمہ کو جلا دو بڑھیا یہ سن کر گھبرا گئی اور اس نے حیرت سے دریافت کیا کہ میرے بچے کو آگ میں جلایا جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اللہ کے عذاب کے مقابلے میں ہمارا عذاب ہلکا ہے خدا کی قسم ہاں اللہ کے عذاب کے مقابلے میں ہمارا عذاب ہلکا ہے خدا کی قسم جب تک تو اس سے ناراض ہے نہ اس کی نماز قبول ہے اور نہ کوئی صدقہ قبول ہے بڑھیا نے کہا میں آپ کو اور لوگوں کو گواہ کرتی ہوں کہ میں نے علقمہ کا قصور معاف کر دیا۔ آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو علقمہ کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہوا ہو گیا۔ اور کلمہ شہادت کے ساتھ اس نے انتقال کیا آپ نے علقمہ کے غسل و کفن کا حکم دیا اور خود جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے۔ دفن کے بعد فرمایا مہاجرین و انصار میں سے جس شخص نے اپنی ماں کی نافرمانی کی یا اس کو تکلیف پہنچائی تو اس پر اللہ کی لعنت فرشتوں کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت ہوتی ہے خدا تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرتا ہے اور نہ نفل یہاں تک کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرے اور جس طرح ممکن ہو اس کو راضی کرے اس کی رضا ماں کی رضامندی پر موقوف ہے اور خدا تعالیٰ کا غصہ اس کے غصہ میں پوشیدہ ہے (احمد، طبرانی)

ان احادیث اور واقعہ سے نافرمان اولاد کے انجام کا بہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نصیحت پکڑنے والے کے لئے اب بھی وقت ہے کہ وہ صدق دل سے توبہ کرے۔ اور اگر ان کے والدین زندہ ہیں تو ان سے معافی مانگ کر اُن کی خدمت میں لگ جائے اور جن کے والدین فوت ہو چکے ہیں ان کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ جب اولاد کے والدین اس حالت میں فوت ہوئے ہوں کہ وہ اولاد والدین کی نافرمان ہو تو ان کو چاہیئے کہ وہ نیک عمل کریں اور نوافل، قرآن وغیرہ پڑھ کر ان کے والدین کو بخشنے اور ان کی مغفرت کی دعا کریں جس سے ان کا شمار مطیع اور فرمانبردار میں ہو جائے گا۔

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نافرمان اولاد کے متعلق وعیدیں فرمائی ہیں وہاں آپؐ نے مطیع اور فرمانبردار کے فضائل بھی ارشاد فرمائے ہیں یہاں تو فضائل اور وعیدیں، حق اور باطل، کفر اور شرک، سنت اور بدعت ہدایت اور گمراہی، خیر اور شر، فلاح اور تباہی ساری چیزیں واضح ہیں۔ حق کو حق سمجھ کر اور فضائل معلوم کر کے اس کو نہ کرنا ہماری کم نصیبی ہے۔ ذیل میں فرمانبردار اور نافرمان کے فضائل کے متعلق چند ایک حدیثیں نقل کی جاتی ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ ماں باپ کے فرمانبردار کو مبارک ہو خدا اس کی عمر زیادہ کرے (حاکم)

آپ نے فرمایا کہ اللہ کی رضا ماں کی رضا میں اور خدا کا غصہ ماں باپ کے غصہ میں پوشیدہ ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے آپ نے فرمایا ناک خاک آلودہ ہو اس کی جس نے بوڑھے ماں باپ پائے اور جنت حاصل کرنے میں کوتاہی کی (مسلم)

آپ نے فرمایا جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے آپؐ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا گناہوں کا کفارہ ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک دن رسول اللہ منبر پر خطبہ دینے کے لئے چڑھے آپ نے پہلے دوسرے اور تیسرے زینے پر آمین کہا۔ پھر ارشاد فرمایا سنو۔ میرے پاس جبریلؑ آئے اور کہا ہلاک ہو وہ شخص جس پر سے ماہ رمضان گزر جائے اور وہ اپنی مغفرت نہ کروا لے میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جو اپنے والدین کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے اور وہ ان کو جنت میں داخل نہ کروا دیں۔ میں نے کہا آمین۔ جبریل نے فرمایا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپؐ کا ذکر مبارک ہو اور وہ آپؐ پر درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین۔

غور کیجئے اول تو جبریل جیسے مقرب فرشتے کا بدعا کرنا ہی کیا کم تھا پھر حضورؐ جیسی ذات گرامی کا اس پر آمین کہہ دینا اس بدعا کو اور بھی زیادہ اہمیت کا حامل بنا دیتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ رمضان المبارک میں کثرت سے عبادت کی جائے اور اس کو فضول نہ جانے دیا جائے والدین کی اطاعت کی جائے اور حضورؐ پر کثرت سے درود بھیجا جائے افضل درود حضورؐ نے درود ابراہیم کو قرار دیا ہے جو ہم نماز میں پڑھتے ہی اس لئے ہر وقت اس کا ورد رکھا جائے۔ اگر انسان خدا کے احکام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل پیرا ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ وہ اس دنیا میں کامیاب ہو گا بلکہ آخرت میں بھی سرخروئی عطا ہو گی تاریخ گواہ ہے کہ جس قوم و ملت نے قرآن اور حدیث کے بتائے ہوئے طریقے پر اپنی زندگی گذاری ان کا نام آج بھی تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھا جاتا ہے اور تباہ و برباد ہوئی وہ قوم جس نے خدا اور اس کے رسول کے احکام کو بھلا دیا اور دین میں نئی چیزیں ایجاد کیں اور ان پر عمل پیرا ہوئی۔ ایک تو وہ ہمارے آقا دو عالمؐ کی ذات گرامی ہے جس نے وصال مبارک کے موقعہ پر حتیٰ کہ قبر مبارک تک میں امت کو نہ بھولا اور جب آپؐ کو لحد مبارک میں رکھ دیا گیا تو روایتوں میں آتا ہے کہ ایک صحابی حضرت قثم نے آپؐ کے چہرے کا آخری دیدار کرنے کی غرض سے آپ کا چہرہ مبارک دیکھا تو ہونٹ ہل رہے تھے جب وہ اپنے کان قریب لے گئے تو آواز آ رہی تھی امتی! امتی! اور ایک ہم گنہگار امتی ہیں غور کیجئے اگر ہم جیسے گناہ گاروں کے پاؤں میں ایک کانٹا چبھتا ہے تو حضورؐ کی روح مبارک کو تکلیف پہنچتی ہے تو کیا اس گنبد خضرا کے مکیںؐ کو اس بات سے تکلیف نہیں پہنچتی ہو گی کہ ہم نہ صرف یہ کہ ان کے ارشادات کو بالائے طاق رکھ دیں بلکہ دین میں نئی چیزیں پیدا کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں والدین کی نافرمانی کریں اور ان کی توہین کریں۔ آج بھی وقت ہے کہ ہم اپنی ناشائستہ حرکتوں سے باز آ جائیں۔ اللہ کے احکام اور حضورؐ کی اتباع میں لگ جائیں حضورؐ سے بے انتہا عشق و محبت رکھیں آپ پر کثرت سے درود شریف بھیجیں اور زندگی کے ہر معاملے میں آپ کی سنت کی پیروی کریں عبادت صرف اس فعل کا نام نہیں کہ ہم پانچ وقت نماز پڑھ لیں اور ارکان اسلام ادا کریں بلکہ عبادت نام ہے اس فعل کا کہ ہماری پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضورؐ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق بسر ہو اگر انسان نے ہر معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو اس کے لئے بے شمار فضائل اور بشارتیں ہیں۔

بس آج بھی موقعہ ہے کہ ہم اپنی ناجائز حرکتوں سے باز آ جائیں اور خلوص نیت اور استقامت کے ساتھ اپنی پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی ہدایات

کے مطابق بسر کریں اگر انسان نے محنت محبت خلوص اور ہمدردی کو شمع حیات بنایا ہو تو موت اس کو انوارات کا گلدستہ بناتی ہے "جب انسان میں خلوص اور استقامت کے پر لگ جاتے ہیں تو وہ عرش الٰہی تک جا پہنچتا ہے" (مولانا احمد علیؒ)

آخر میں والدین کے متعلق چند آداب درج کرتے ہوئے اپنے اس رسالہ کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حقوق الوالدین

حقوق الوالدین میں سب سے پہلے اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ والدین کو ہم سے ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے، زبان سے برتاؤ میں ان کی تعظیم کی جائے، جائز کاموں میں ان کی اطاعت کی جائے اگر ان کو کوئی حاجت ہو تو ان کی حاجت براری کی جائے اگرچہ وہ کافر ہوں۔ ان کو ہر وقت خوش رکھنے کی کوشش کی جائے ان کو نام سے نہ پکارا جائے کہ یہ مکروہ ہے۔

والدین کے انتقال کے بعد ان کے حقوق

جب والدین کا انتقال ہو جائے تو ان کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کی جائے ان کو نفل، عبادت اور خیرات کا ثواب پہنچایا جائے ان کے ملنے والے اور رشتہ دار سے احسان اور خدمت سے اچھی طرح پیش آئے۔ ان کے ذمہ جو قرضہ ہو یا کسی جائز کام کی وصیت کر گئے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مقدور دیا ہو تو اس کو ادا کرے ان کے مرنے کے بعد خلاف شرع رونے اور چلانے سے بچے ورنہ ان کی روح کو تکلیف ہو گی اور حدیث میں بھی رونے چلانے کی سخت ممانعت کی گئی ہے چنانچہ حضورؐ کا ارشاد ہے "جو کسی کی میت پر ماتم کرے، گریبان پھاڑے وہ ہم میں سے نہیں۔" محبت اور صدمہ کی وجہ سے اگر آنکھیں اشکبار ہو جائیں تو مضائقہ نہیں۔

اسلام میں سوتیلی ماں کے متعلق احکام

حقوق و احترام کے اعتبار سے سوتیلی ماں بالکل حقیقی ماں کے درجے میں تو نہیں ہے لیکن والد کی بیوی ہونے کے لحاظ سے وہ حسن سلوک کی مستحق ہے اور اگر اس نے سوتیلی اولاد کی پرورش ماں کی طرح کی ہو تو وہ اور بھی زیادہ احترام کی سزاوار ہے۔

کافر یا مشرک والدین

کافر یا مشرک والدین کے ساتھ اسلام صرف اتنا سلوک کرنے کی تلقین کرتا ہے کہ ان کو کھلائیں پلائیں اور پہنائیں۔ اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کا علاج کیا جائے اور ان کی ضروریات زندگی پوری کی جائیں اور جب ان کا انتقال ہو جائے اس کے بعد مغفرت کی دعا مانگنا ناجائز ہے اس لئے کہ اسلام نے شرک کے لئے دعا مغفرت سے روکا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور کامل ایمان اور کلمہ طیبہ کے ساتھ ہمارا خاتمہ فرمائے۔ آمین

بقیہ: زکوٰۃ کی شرح میں اضافہ

کہاں سے آیا ہے کیونکہ اس کا ذکر ان کے بقول نہ قرآن میں ملتا ہے نہ سنت نبوی میں" ان کا خیال ہے کہ "مسلمان کی پوری زندگی بشرطیکہ وہ اسلامی قدروں کے تابع ہو عبادت ہے" گویا موصوف کے نزدیک عبادت اور خالص عبادت نام کی کوئی چیز اسلام میں نہیں، کیا موصوف سے باادب یہ گذارش کی جا سکتی ہے کہ بلاشبہ انسانی حاجت (بول و براز اور استنجا وغیرہ) بھی اگر شرعی تعلیم کے موافق ہوں تو عبادت ہی کا حکم حاصل کر لیتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ان امور کو تلاوت قرآن، نماز و تسبیح اور تعمیر مساجد ہی کی حیثیت دی جائے گی۔ معاملات کو صحیح نیت اور صحیح طریقہ سے اگر ادا کیا جائے تو عبادت ضرور بن جائیں گے، لیکن اس سے یہ مطلب کیسے نکل آیا کہ اسلام میں خالص عبادات کا کوئی شعبہ ہی نہیں، بلکہ ان کے بقول یہ محض چند رسوم ہیں، موصوف کا یہ فقرہ اس امر کی صاف غمازی کرتا ہے کہ وہ زکوٰۃ کو کاروباری معاملات کی سطح سے بالاتر عبادت نہیں سمجھتے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ ان کے نزدیک معاملات سے مافوق کسی عبادت کا تصور ہی یکسر غلط ہے، گویا نہ صرف زکوٰۃ بلکہ نماز، روزہ، حج، جہاد، قربانی، اعتکاف وغیرہ وغیرہ امور کا محض عبادت ہونا بھی ان کے نزدیک محل بحث ہے، استغفر اللہ۔

آخر میں موصوف نے ٹھیک، محل زکوٰۃ، اور نصاب زکوٰۃ میں شاذ قسم کے فقہی اختلافات کی طرف اشارات کئے ہیں، شاید وہ اس سے یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں، کہ جس طرح ان امور میں فرعی اختلاف پایا جاتا ہے، اسی طرح مقدار زکوٰۃ میں اختلاف کیا جا سکتا ہے، موصوف کو واضح ہونا چاہیئے کہ اس غلط مبحث سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہو گا، اول تو یہ اختلاف ایسا شاذ نوعیت کا ہے جس کو بطور نظیر پیش کرنا علمی دیانت کے بالکل خلاف ہے، پھر یہ تمام اختلاف کسی قطعی اور یقینی مسئلہ میں نہیں، بلکہ جو مسائل قرآن و حدیث یا اجماع امت سے ثابت نہیں ان میں اجتہادی اختلاف کی گنجائش ہے، لیکن مقدار زکوٰۃ کا مسئلہ جو محل بحث ہے اس نوعیت کا نہیں، کیوں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک بلا کسی اختلاف کے تواتر کے ساتھ نقل ہوتا چلا آیا ہے، اور اس کا ثبوت اس قدر یقینی اور قطعی ہے، کہ اسے ہر دور میں امت کے تمام طبقات نے ضروریات دین سے قرار دیا ہے، جس طرح قرآن کریم کی کسی آیت کی قطعیت میں شک کرنا کفر ہے اسی طرح مقدار زکوٰۃ بھی قطعی ہے، اس میں کمی بیشی کے امکان کا وسوسہ ڈالنا صریح کفر ہے، اس لئے میں موصوف کو مشورہ دوں گا کہ وہ اپنے انداز فکر سے توبہ کریں، اور شریعت میں رخنہ اندازی سے پرہیز کریں، اسلام ابدی حقیقت ہے، اسے قیامت تک باقی رہنا ہے، جو اس چٹان سے ٹکرائے گا، وہ خود پاش پاش ہو جائے گا، لیکن اس مضبوط چٹان کو اپنی جگہ سے ہلا دینے میں کبھی کامیاب نہ ہو گا۔

آخر میں صدر مملکت کی خدمت میں بصد احترام گذارش کروں گا، کہ وہ اسلام کی کہنہ دیوار میں رخنہ اندازی کرنے والوں پر محاسبہ کریں، ڈاکٹر فضل الرحمان صاحب اگر اپنے خیالات سے توبہ کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو انہیں ادارہ تحقیقات اسلامیہ کی صدارت اور اسلامی مشاورتی کونسل کی رکنیت سے الگ کریں،

نیز علمائے امت سے عرض کروں گا، کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے نظریات تاویل کی حد سے خارج ہیں، ان کی شرعی حیثیت واضح فرما کر عوام کو ان کے فتنہ سے بچائیں انہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا زریں فقرہ نصب العین بنانا چاہیئے، اینقص فی الدین وانا حی، والسلام علی من اتبع الهدیٰ

(کیا میرے جیتے جی دین میں کمی بیشی کی جاتی رہیگی)

ارشاداتِ مجالسِ ذکر

از: حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ —— مرتبہ: محمد مقبول عالم بی۔ اے۔ لاہور

"نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں"

۱۰ر مارچ ۱۹۴۹ء جمعرات

اللہ کے ذکر کا اثر

اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ تو اپنے نفس کا امتحان لیا کریں کہ اثر پیدا ہو رہا ہے یا نہیں۔ اثر یہ ہے کہ اللہ کا خیال، اللہ کا لحاظ، اللہ کا ادب، اللہ کا خوف، اللہ کی محبت پیدا ہو جائے۔ اللہ کے احکامات کا خیال رہے، اُن کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔

اگر اثر پیدا ہو رہا ہے تو صحتِ روحانی بحال ہے اور اگر اثر پیدا نہیں ہو رہا تو صحتِ روحانی خراب ہے۔ اس حالت کو پیش کرنا چاہئے اور جو علاج بتایا جائے اس پر عمل کرنا چاہئے ذکر دھیمی اور سریلی آواز سے کرنا چاہئے زیادہ شور نہیں مچانا چاہئے۔

۲۴ر مارچ ۱۹۴۹ء جمعرات

موت کے لئے تیاری

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کی موت کا وقت اپنی تقدیر میں معیّن کر رکھا ہے۔ لیکن اس کا پتہ انسان کو نہیں دیا۔ اگر پتہ دے دیا جاتا تو وہ دل کھول کر گناہ کرتا، خلقِ خدا پر ظلم کرتا کہ مرنے سے پہلے توبہ کر لیں گے۔ اگر اسے یہ علم ہو جاتا کہ مَیں ۶۰ سال پورے کر کے مروں گا تو وہ ۵۹ سال ۱۱ مہینے ۲۹ دن اور ۲۳ گھنٹے گناہ اور ظلم میں گذارتا اور آخری گھنٹے میں توبہ کر کے مر جاتا اس لئے اللہ تعالےٰ نے انسان کو موت کا وقت نہیں بتایا۔ جیسے رمضان شریف میں لیلۃ القدر آتی ہے اور اسے بھی مخفی رکھا گیا ہے۔ تاکہ مسلمان ساری راتوں میں عبادت کریں۔ اگر وہ رات بتا دی جاتی۔ تو پھر اسی رات عبادت کرتے۔ اور باقی راتوں میں عبادت کرنا چھوڑ دیتے۔ اس کے اخفا میں بھی حکمت ہے۔

موت یقینی چیز ہے اس کا وقت معیّن ہے۔ مگر انسان کو اس کا علم نہیں دیا گیا۔ اس لئے ہر حالت میں پابرکاب رہنا چاہئے اور ہر وقت اللہ تعالےٰ سے اپنا معاملہ درست رکھنا چاہئے۔ پتہ نہیں کب موت آ جائے۔ جب موت آئے گی تو پھر مہلت نہیں ملے گی۔ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (۶۳: ۱۰-۱۱)

اللہ نے جو رزق دیا ہے موت آنے سے پہلے اس میں سے خرچ کر لو۔ رزق سے مراد صرف روٹی ہی نہیں بلکہ گویائی، شنوائی، بینائی، ہاتھ پاؤں، دل دماغ جو بھی ملا ہے اُسے اللہ کی بندگی میں صرف کرنا ہے۔

جب موت آتی ہے تو آدمی کہتا ہے، اے اللہ! مجھے مہلت دے۔ مہلت لے کر کیا کرے گا۔ تاکہ مَیں کچھ صدقہ خیرات کر لوں، نیک بن جاؤں۔ اللہ نے تجھے اتنی مہلت دی، کئی دفعہ بیمار ہوا اور اللہ نے صحت دی اُس وقت تو نیک نہ بنا جیسے پہلے بے دین تھا۔ ویسے ہی بعد میں بے دین رہا۔ جیسے پہلے غافل تھا ویسے ہی بعد میں غافل رہا۔ اب اگر مہلت مل جائے تو بھی ویسے ہی رہیگا اور موت کا جب یقین ہو جائے اُس وقت توبہ کی جائے تو وہ قبول نہیں ہوتی۔ یہ یاس کی توبہ ہے۔ جب موت کا وقت آتا ہے تو پھر مہلت نہیں دی جاتی۔

انسان سے گناہ ضرور ہو گا مگر مومن کی شان یہ ہے کہ وہ فوراً توبہ کرتا ہے ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ ۔ گناہ پر اصرار نہیں کرتا۔ اور اپنا معاملہ اللہ سے درست رکھتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت ملے اور عقیدت، ادب اور اطاعت سے ان سے فیض حاصل کیا جائے ——

تو انانیت مر جاتی ہے، شوخی نہیں رہتی۔ اور اللہ کو بعبادت اور خلقِ خدا کو بخدمت راضی کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ خلقِ خدا کو راضی کرنے کا گُر یہ ہے کہ اُن کے حقوق ادا کئے جائیں اور اپنے حقوق مانگے نہ جائیں۔ کہنے کو یہ بات آسان ہے لیکن کرنے میں بڑی مشکل ہے۔ اللہ والوں کی صحبت سے یہ چیز البتہ آسان ہو جاتی ہے۔ وہ انانیت نکال دیتے ہیں۔ جیسے سرمہ پتھر ہوتا ہے ویسے ہی آنکھوں میں ڈالا جائے تو آنکھیں اندھی کر دے۔ لیکن جب کاریگر کھرل میں پیستا ہے تو پھر آنکھوں میں ڈالنے کے قابل ہو جاتا اور بجائے اندھا کرنے کے حسن کو دوبالا کرتا ہے۔ یہی حال انسان کا ہے۔ اللہ والے غصہ اور انانیت نکال دیتے ہیں۔ مَیں اور ہیں نکل جاتی ہیں —— یہ موتی اللہ والوں کے جوتوں کی خاک سے ملتا ہے۔

غرض موت کا علم کسی کو نہیں دیا گیا اور یہ بھی پتہ نہیں کہ کیسے مریں گے۔ بعض آدمی بیٹھے بیٹھے مر جاتے ہیں۔ بعض حادثے سے مر جاتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ بیمار ہی ہوں اور تب مریں۔ ایسی حالت میں ہر وقت پابرکاب رہنا چاہئے۔ اور اپنا معاملہ اللہ سے درست رکھنا چاہئے۔

مٹ کے نامِ مصطفیٰ پر درس کو دے گئے
ہے وہی مومن جو ان کے نام پہ مٹتا رہے

خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب کی

صحت یابی کیلئے دعا کی درخواست

مَیں اپنے محترم بھائی حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب کی عیادت کے لئے شجاع آباد حاضر ہوا تو آپ کو انتہائی ضعیف و کمزور پایا۔ گرم ادویہ کے استعمال سے یرقان کی شکایت پیدا ہو گئی ہے اور جگر متورم ہے۔ برادرانِ اسلام سے پُرزور درخواست ہے کہ وہ خطیب پاکستان کی شفاء کاملہ عاجلہ کے لئے بارگاہِ رب العزت میں عجز و خلوص سے دعا کریں۔

(سید نور الحسن بخاری، نذیر آباد ملتان)

مساجد کی عظمت اور ان کے آداب و حقوق

حبیب الرحمٰن ندوی

اسلامی معاشرے میں اگر کسی چیز کو دھڑکتے ہوئے دل سے تشبیہ دی جا سکتی ہے تو وہ صرف مسجد ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے "احب البلاد الی اللہ مساجدھا" (شہروں اور آبادیوں میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ان کی مسجدیں ہیں۔) مسجدیں جو نماز جیسی اہم عبادت کا ایک مرکزی مقام اور دینی زندگی کی تشکیل اور تنظیم کا ایک اہم مرکز۔ ان کے بنانے والوں کو یہ مژدہ بھی سنایا گیا، من بنیٰ للہ مسجدًا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ (بخاری ومسلم) جو شخص اللہ کے لیے کوئی گھر بناتا ہے اللہ کی طرف سے بھی اس کے لیے جنت میں گھر بنوایا جاتا ہے مگر جیسا کہ خود حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں یہ بشارت صرف انہیں لوگوں کے لیے ہے جو صرف اللہ کے لیے مسجد بنوائیں ورنہ ایک مسجد تو وہ بھی تھی جس کے متعلق خود سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ "لا تقم فیہ ابدًا" (توبہ) آپ اس مسجد میں کبھی نہ کھڑے ہوں۔ آپ نے اگر اسلامی تاریخ کا کوئی معمولی مطالعہ بھی کیا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ مسجد تھی مسجد ضرار جس کی خود قرآنِ پاک نے یہ تشریح کی ہے، جن لوگوں نے مسجد ضرار اس مقصد کے لیے بنوائی ہے کہ اس کے ذریعہ اسلام کو نقصان پہنچائیں اور اس میں بیٹھ بیٹھ کر کفر کی باتیں کریں اور مومنین میں تفریق ڈالیں (سورۂ توبہ)

یعنی مسجد ضرار جہاں اور بہت سے ناپاک اور گمراہ کن مقاصد کے لیے بنائی گئی تھی، وہیں اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اس کے ذریعہ تفریق بین المسلمین پیدا ہو، اور اس کی صورت یہ تھی کہ آبادی کے لوگ جہاں ایک ہی مسجد میں نماز پڑھتے تھے اب بلا ضرورت دو جگہ نماز پڑھیں اس طرح نہ صرف ان لوگوں میں اختلاف پیدا کرنا اور انہیں دو گروہوں میں بانٹ دینا آسان ہوگا بلکہ خود منافقین کو پانچوں وقت مسجد میں آنے اور نماز پڑھنے سے فرصت مل جائے گی اور وہ اس طرح کہ دو مسجدوں کے ہونے سے ایک مسجد کے لوگ یہ سمجھیں گے کہ انہوں نے دوسری مسجد میں نماز پڑھ لی ہوگی اور اس طرح ترک نماز کا اچھا بہانہ ہاتھ آ جائے گا۔ ظاہر ہے اس جیسی آج بھی کوئی صورت پیدا ہو تو اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو مسجد ضرار کا ہوا اور شاید مذکورہ آیت میں مسجد ضرار کی جن خرابیوں کی طرف نشاندہی کی گئی ہے ان میں بعض باتیں ایسی بھی تھیں جن میں کسی نہ کسی طرح عام ابتلاء کا اندیشہ تھا اس لیے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے مسجدوں کو خوبصورت اور شاندار بنانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے، کہ مسجدوں کے لیے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مقابلہ اور مسابقہ کرنے لگیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ ونسائی)

افسوس اس بدنصیبی اور بدبختی کا کیا ٹھکانا کہ جن باتوں کی ہم کو ممانعت کی گئی تھی اس کا آج ہم کھلم کھلا ارتکاب ہی نہیں کرتے اس کو کار ثواب بھی سمجھتے ہیں اولاً تو مسجد بنوانا ہی بڑی بات ہے مشکل ہی سے لوگ اس بات کے لیے تیار ہوتے ہیں کسی طرح مسجد بنواتے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے تو صرف اس لیے کہ فلاں مسجد کے منتظمین اور مصلیوں کو زک پہنچے۔ مسجد بنواتے وقت کم از کم یہ خواہش تو ہم میں سے اکثر و بیشتر لوگوں کے دلوں میں ضرور ہی ہوتی کہ یہ مسجد جو ہم بنوا رہے ہیں وہ محلہ اور گاؤں کی دوسری تمام مسجدوں سے زیادہ خوبصورت اور شاندار ہو اور نہیں تو اس کے گنبد ہی اتنے بلند ہوں کہ محلہ اور گاؤں کی تمام مسجدوں کے مقابلہ میں وہ اپنی مثال آپ ہوں۔

آپ کسی گاؤں یا محلہ میں چلے جائیں وہاں اگر دو چار قدیم و جدید مسجدیں ہوں گی تو جدید تعمیر شدہ مسجدوں کو دیکھتے ہی آپ کو میری بات کی تصدیق کرنی پڑے گی۔ آپ اگر ذرا اور توجہ دیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ اب مسجد بنانے والے کو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ یہ عمارت جس کا نام مسجد ہے اس کا مقصد اور مدعا کیا ہے اور اس کو کس طرح پہ تعمیر کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟ ظاہر ہے اگر صرف گارے اور چونے کا نام مسجد ہوتا تو اس کی آرائش وزیبائش کی ممانعت نہ کی جاتی اور ہر اس عمارت کو مسجد ضرور کہا جاتا جو پورب اور پچھم کی سمت میں ہوتی اور مضبوط اور خوبصورت بھی ہوتی زیادہ سے زیادہ اس پر دو چار لمبے گنبد بھی ہوتے مگر جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ مسجد جس عمارت کا نام ہے اس کی تعمیر مٹی اور گارے سے بڑھ کر امام اور مقتدیوں سے ہوتی ہے امام اور مقتدی جہاں کہیں بھی امن و آزادی کے ساتھ احکام شریعت کی پابندی کرتے ہوئے پنج وقتہ اکٹھا ہو کر نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہوں وہ مسجد ہے خواہ اس کی تعمیر خوبصورت پتھروں اور مضبوط پلاسٹروں سے کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو اس جگہ کے لیے بہرحال ان تمام آداب و حقوق کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جو مسجدوں کے متعلق بیان کئے گئے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے ابتدائے اسلام میں بالکل یہی نقطۂ نگاہ تھا بعد میں جیسے جیسے مسلمان مذہب سے دور ہوتے گئے مسجدیں تعمیری لحاظ سے تو ضرور خوبصورت اور شاندار بننے لگیں مگر ان کے لیے جو اصل حکم تھا ان کے آداب و حقوق کا ان کی طرف سے غفلت برتی جانے لگی اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر کسی سے کہو کہ مسجدوں کے بھی کچھ آداب و حقوق ہیں تو وہ حیرت سے کہنے والے کا منہ تکنے لگتا ہے ابھی بیس پچیس سال پہلے کی بات ہے اکثر مسلمان نشے کی حالت میں مسجد کی طرف سے گذرنے کا تصور تک نہیں کرتے تھے مگر آج انہیں کی اولاد "مسجد کے زیر سایہ خرابات" کا ورد کرتی

ہے اور اس کے سامنے جب مسجدوں کے بالکل متصل منکرات و فواحش کا اڈہ (سینما ہال) تعمیر کیا جاتا ہے۔ تو نہ صرف وہ اس پر کوئی احتجاج نہیں کرتی بلکہ مسجدوں کو ویران چھوڑ کر منکرات و سیئات کے اڈوں کی طرف اس طرح دوڑتی ہے جیسے پروانے روشنی کو دیکھ کر بیخودی کے عالم میں جھومتے اور گنگناتے اس پر فدا ہونے کے لیے ٹوٹے پڑتے ہیں۔

قلم کا نوک چاہے تھرا رہا ہو مگر یہ حقیقت تو بہرحال اپنی جگہ پر موجود ہی ہے کہ مسلمان کہلانے والوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مسجدوں میں جاتے تو ضرور ہیں مگر کس لیے؟ نماز پڑھنے کے لیے نہیں! نعوذ باللہ صرف نہانے منہ دھونے اور استنجا کرنے کے لئے ان کو اگر آرام کرنے یا سفر میں کہیں ٹھہرنے کی ضرورت پیش آگئی تو مسجد کی تلاش ضرور کریں گے مگر زندگی میں شاید ہی باید کبھی یہ نوبت آئی ہو کہ انہوں نے نماز کے لیے بھی مسجد کا رخ کیا ہو، ظاہر ہے اتنی بڑی بدبختی کے لیے اس سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اللھم احفظنا منہ:-

ان لوگوں کو بھی چھوڑیئے جو بازاروں میں رہتے ہیں ذرا ذرا سے دنیوی نفع کے لیے ہر جگہ دوڑتے پھرتے ہیں مگر نماز کے لیے مسجدوں میں جانا ان کے لیے مشکل ہوتا ہے اور وہ کسی نہ کسی طرح دکان ہی میں نماز پڑھ لیا کرتے ہیں، صرف یہ دیکھئے کہ تعداد آبادی کے لحاظ سے ان لوگوں کی گنتی کتنی ہے جو مسجدوں میں صرف اس لئے آتے ہیں کہ وہاں آکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور یہ دیکھئے کہ ان میں کتنے ایسے ہیں جو مسجد کے آداب و حقوق کا لحاظ رکھتے ہیں مثلاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اپنی مسجدوں کو چھوٹے بچوں دیوانوں اور اسی طرح خرید و فروخت کی باتوں اور باہمی جھگڑوں اور شور و شغب اور حدوں کے قائم کرنے اور تلواروں کے نکالنے سے محفوظ رکھو۔ (ابن ماجہ)

مگر دنیا کے جھگڑوں اور جھمیلوں سے کتنے ایسے ہیں جو مسجد تک نہ پہنچتے ہوں اور وہ کون سی بات ہے جس کا تذکرہ مسجد میں نہ ہوتا ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے محلوں میں مسجد بنانے کا ان کی صفائی کا اور ان میں خوشبو کے استعمال کا (ابوداؤد والترمذی)

لیکن اگر آپ اس سرے سے اس سرے تک تمام مسجدوں کا جائزہ لیں تو خوشبو کے استعمال کا کہیں کوئی نشان نظر نہیں آئے گا۔ لے دے کر خوشبو کے استعمال کا اگر کچھ نشان ملے گا تو صرف اس قدر کہ کچھ بدعقیدہ بے نمازی لوگوں نے کبھی کوئی منت مانی تھی وہ جب پوری ہوگی تو انہوں نے سستے قسم کی دو چار اگر بتیاں مسجد کے کسی طاق میں رکھ دیں۔ بعض مسجدوں میں صفائی کا اہتمام تو اس قدر ملے گا جیسے وہ دلہن کی طرح آراستہ ہوں مگر ان کے متصل ہی دوسری مسجدیں ایسی بھی ملیں گی جن میں کوڑے کرکٹ کا ڈھیر ہوگا۔ تیل کے داغ دھبوں کی کثرت ہوگی اور اکثر جگہوں میں ناک اور تھوک کے نشانات بھی ملیں گے حالانکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مسجدوں کو اس قسم کی گندگیوں سے پاک وصاف رکھنے کا صرف حکم ہی نہیں دیا ہے بلکہ خود اپنے ہاتھوں ان کی صفائی بھی کی ہے اور ایک موقع پر تو آپ نے یہ خطبہ بھی دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قبلہ کی دیوار پر ناک اور تھوک کے نشانات کو دیکھ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ کیا بات ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اللہ کے سامنے کھڑا ہو کر اپنے سامنے ہی تھوکنے کی کوشش کرتا ہے کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ کوئی تمہارے سامنے کھڑا ہو کر تمہارے منہ پر تھوک دے اگر ایسی کوئی مجبوری پیش آجائے تو چاہیئے کہ تم اپنے بائیں جانب قدم کے نیچے تھوک لیا کرو اور اگر اس کا بھی موقع نہ ہو، تو کپڑے میں لے کر اسے مل دیا کرو (راوی نے اس چیز کو بذریعہ عمل بتایا)

(مسلم ج ۲ صفحہ ۱۴۵)

لیکن حدیث میں تو یہاں تک کہا گیا ہے "البزاق فی المسجد خطیئۃ" مسجد میں تھوکنا گناہ ہے۔ ظاہر ہے مساجد کی عظمت کا تقاضا تھا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے احکامات ایسے ہوں گے جن کی تفصیل کے لیے مستقل کتابوں کی ضرورت ہوگی، ہمارا فرض ہے کہ نہ صرف ہم ان کا مطالعہ کریں بلکہ مساجد کے صحیح مقام اور ان کی عظمت کو پہچانیں اور انہیں پھر وہ مقام دلانے کی کوشش کریں جن کی وہ مستحق ہیں تاکہ پھر کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے۔

جی خوش ہوا ہے مسجدِ ویراں کو دیکھ کر
میری طرح خدا کا بھی خانہ خراب ہے

بقیہ: مجلسِ ذکر

نہ رکھنا کہاں کا اسلام ہے؟ اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے بچے ان دنوں بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور ہر مسافر کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے اور بارہ وفات کا چندہ مانگتے ہیں— کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بھیک مانگنے کی تعلیم دی تھی؟ آخر ان لوگوں نے اُس نبی رحمت کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ نیچے والے ہاتھ سے اوپر والا ہاتھ بہتر ہے؟ پھر چھوٹے چھوٹے بچوں کو ہاتھ پھیلانے کی تعلیم دینا کہاں کی دانشمندی ہے؟ کیا اس عمر میں ہاتھ پھیلانے والے بچے ساری عمر ہاتھ ہی پھیلاتے تو نہیں رہیں گے؟ یہ سب چیزیں ہمیں ٹھنڈے دل سے اور تعصب کی عینک اتار کر دیکھنا چاہئیں اور غور کرنا چاہئے کہ ان میں کیا کیا مفاسد پنہاں ہیں؟ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کو محبت سے سمجھانا چاہئے کہ یہ طرزِ عمل اسلام کے ساتھ دوستی نہیں بلکہ دوست نما دشمنی ہے اور ہم جس قدر جلد ان چیزوں سے دستکش ہو جائیں ہمارے حق میں بہتر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا تعلق عین ایمان ہے اور وہ شخص صاحب ایمان ہو ہی نہیں سکتا جس کے دل میں کائنات کی ہر شئے حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اظہار کا طریق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت ہونا چاہئے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری ساری رات قرآن کی تلاوت میں گزار دیتے۔ اور نوافل پڑھتے پڑھتے آپؐ کے پاؤں

مبارک متورم ہو جاتے لیکن امت چھٹے اور کھڑتالیں بجانے میں مست ہے — کیا یہی نذرانۂ عقیدت و محبت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں؟

اللہ تعالےٰ ہمیں اپنی اور اپنے حبیبؐ کی نافرمانی سے بچائے، ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرمائے، آپؐ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور کتاب و سنت کا پورا پابند بنائے۔ آمین!

بقیہ: خطبہ جمعہ

انکار کیا اور کہا ہے کہ وہ نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان دینے پر قدرت رکھتے ہیں۔ پس آپ یا تو اپنے بھتیجے کو روک لیں یا اسے ہمارے سپرد کر دیں اور آپ دخل نہ دیں — ابو طالب نے ان لوگوں کو ایک مرتبہ نہایت مدارات اور نرمی کے ساتھ واپس کر دیا۔ لیکن یہ مجمع دوسری دفعہ پھر حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایات پیش کیں۔ جناب ابو طالب نے اس پر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھ پر اور اپنی جان پر رحم کرو اور مجھ پر وہ بار نہ رکھو جس کے برداشت کی میں طاقت نہیں رکھتا (یعنی صنادید قریش کی مخالفت) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے میرے چچا! اگر یہ لوگ آفتاب کو میرے داہنے ہاتھ میں اور مہتاب کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور مجھے اس کام کے ترک کرنے کو کہیں تو میں یقیناً باز نہ آؤں گا جب تک کہ خدا کا دین ظاہر نہ ہو یا میں اس کوشش میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔"

یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

حسن، سخاوت، شجاعت

انس بن مالکؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ اُن سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین، سخی اور بہادر تھے۔

ایک دن مدینہ میں ایک کھٹکا رات کے وقت ہوا تو اسی کی طرف لوگ گئے۔ دیکھا کہ پہلے ہی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُدھر سے آ رہے ہیں۔ فرمایا۔ مت ڈرو۔ میں نے تحقیق کی ہے، کوئی خطرہ نہیں۔ آپؐ اس وقت ابی طلحہؓ کے ایک بے زین گھوڑے پر اس وقت سوار تھے اور تلوار لگی ہوئی تھی۔

امانت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت تمام عرب کے لوگ مانتے تھے۔ آپؐ کو امین اور مامون کے نام سے یاد کرتے تھے۔ موافق اور مخالف آپ کے وصفِ امانت سے انکار نہیں کر سکتے۔ مکہ میں عام دستور تھا کہ جس شخص کے پاس کوئی عجیب اور بیش قیمت چیز ہوتی جسے وہ اپنے پاس محفوظ نہ رکھ سکتا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امانت رکھتا۔ بڑے بڑے مخالف شعراءِ جاہلیت نے آپ کے وصف امانت سے انکار نہیں کیا۔

حضورؐ کی لطافتِ جسم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں نفاست اور پاکیزگی اس قدر تھی کہ ہر وقت جسمِ اطہر سے خوشبوئیں نکلتی تھیں۔ اور عوام کی مشامِ جان کو معطر کرتی رہتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شخص مصافحہ کرتا تھا اس کا ہاتھ دن بھر معطر رہتا تھا۔

حضور کا حلم و صبر

حق تعالےٰ شانہٗ نے صبر و حلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ موضع طائف میں حضور اقدسؐ تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے حضورؐ پر سنگ باری کی، کیچڑ پھینکی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر خون آلود ہو گیا لیکن ان کے حق میں بددعا نہیں فرمائی۔ دعا کی تو یہی کی — اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون — اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ مجھے پہچانتے نہیں۔

اندازہ فرمایئے! بارگاہ خداوندی میں صرف یہ عرض کر رہے ہیں۔ اے اللہ! میں اس بے ادبی و گستاخی اور دلآزاری کا بدلہ ان سے نہیں چاہتا کیونکہ یہ لوگ مجھے شناخت نہیں کرتے، دل کی بصیرت نہیں رکھتے۔ کبھی تو راہِ راست پر آئیں گے ان کو پروردگار ہدایت و نیکی کی توفیق عطا فرما —

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ جنگ اُحد میں حضورؐ کے زخم لگا اور چہرۂ انور خون سے تر ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ ان کفار پر حضرت نوحؑ کی طرح بددعا فرمایئے۔ ارشاد ہوا کہ میں لعنت کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ اللہ تعالےٰ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

حضورؐ کی شرم و حیا

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ میں پردہ نشین عورتوں اور کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ شرم و حیا تھی۔ جب کوئی بات بے شرمی کی سنتے تو حضورؐ کا چہرہ فوراً متغیر ہو جاتا تھا۔ جب کوئی شخص حضورؐ سے معافی چاہتا تو شرم سے گردن جھکا لیتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کبھی کسی کی طرف تیز نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ حضورؐ اپنی نگاہیں ہمیشہ نیچی رکھتے تھے۔ اور جب ہنسی آتی تھی تو مسکراہٹ سے تجاوز نہ کرتی تھی قہقہہ مار کر کبھی نہیں ہنسے۔

الغرض

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جامع اوصاف حمیدہ تھے اور حسنِ ظاہری و باطنی، خلق و خُلق، ارتقائے ذہنی و علمی اور ارتقائے عملی میں ساری کائنات میں آپ اپنا جواب نہیں رکھتے۔ مخلوق میں آپ کی نظیر پیدا ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت و عقیدت اور آپؐ کی اطاعت کی سعادت نصیب فرمائے کہ یہی ہمارا مقصودِ زندگی ہے — انسان محض عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے لیکن عبادت فقط وہی عنداللہ مقبول ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہو۔ اور اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مقصودِ زندگی ہے۔

بقیہ: اداریہ

کشمیر کے مستقبل کو نظر انداز کرنے کی غلطی نہیں کرے گی۔

آخر میں اس مسرت اور توقع کے باوجود ہم اپنی حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنا یہ موقف نہ صرف اور کھل کر بیان کرے بلکہ اس موقف کے متعلق عملی اقدامات بھی کرے

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں درس قرآن

منعقدہ ۲۴ اپریل ۱۹۶۶ء

مرتبہ محمد عثمان غنی

میرے بزرگو اور میرے بھائیو! آج پھر گذشتہ ماہ کے بیان کا بقیہ حصہ عرض کرنے کے خیال سے سورۂ نساء کے پہلے رکوع کے آخری حصہ کی تلاوت کی گئی ہے۔ آج کوشش کی جائے گی کہ یہ مضمون پورا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ عزّ اسمہٗ نے مسلمانوں کو اپنی ذات پر یوں ایمان لانے کا حکم فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ سب تعریفیں حق ہیں اس اللہ کا جو پالنے والا ہے جہانوں کا۔ اس پر میں سورہ فاتحہ کے درس میں بہت کچھ عرض کر چکا ہوں۔ اسلام نے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی تعلیم سب سے پہلے دی۔ پھر اس کے بعد سورتِ بقرہ جو شروع ہوتی ہے اس میں بھی آپ ملاحظہ فرمائیں ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ سورتِ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کو رب مانا گیا۔ اللہ تعالیٰ رب العلمین ہیں، سب جہانوں کے پالنے والے ہیں، پروردگار ہیں۔ اور سورتِ بقرہ میں جو قرآن مجید کی سب سے پہلی بڑی سورت ہے اس میں ارشاد فرمایا کہ مومن، متقی اور پرہیزگار جو قرآن کی ہدایت سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں وہ کون لوگ ہیں؟ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ نماز قائم کرتے ہیں وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ط اور اللہ کے نام پر دیتے ہیں۔ یعنی وہ اللہ کو رب مانتے ہیں اس لئے مال کے ساتھ لگاؤ نہیں رکھتے، جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے وہاں وہاں وہ مال کو اپنے آپ سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔

سورت آلِ عمران جو سورت بقرہ کے بعد قرآن مجید کی تیسری سورت ہے اس میں بھی دیکھئے اللہ تعالیٰ نے جن الفاظ سے کلام مجید کو شروع فرمایا وہ یہ ہیں الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ط حیات دینے والا، حیات بخشنے والا، نظام عالم کو قائم کرنیوالا قَیَّامُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط زندگی جس کے قبضے میں ہے وہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ ہے۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اکابر کی دعاؤں سے جو کچھ سمجھایا میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ سورت فاتحہ میں ربوبیت پر ایمان، سورت بقرہ میں اس کا عملی مظہر اور سورت آل عمران میں ربوبیت کا جو نتیجہ ہے، زندگی کا حاصل ہونا، زندگی کی پائداری اور استواری کا پیدا ہونا، فرمایا زندگی دینے والا بھی میں اور قیوم بھی میں زندگی اگر میں نہ دوں تو کوئی نہیں دے سکتا۔ زندگی دوں اور میں تھاموں نہ تو دنیا میں کوئی تھام بھی نہیں سکتا۔ حیات دینے والا بھی اللہ تعالیٰ اور حیات کو تھامنے والا، باقی رکھنے والا بھی اللہ تعالیٰ عزّ اسمہٗ۔

میرے بزرگو اِن ساری چیزوں کو آپ غور میں رکھ لیں تو پھر ہم اس بات کو سمجھ جائیں گے کہ سورت نساء میں جو اللہ تعالیٰ نے بیگانہ مال کھانے سے منع فرمایا حکم دیا کہ یتیموں کا مال نہ کھائے، بیواؤں کا مال نہ کھائے، مالِ وراثت نہ کھائے، عورتوں کے حقوق تلف نہ کرے، حق داروں کے حقوق تلف نہ کرے، یہ ساری ایک کڑی بن جاتی ہے اللہ تعالیٰ پر ایمان بالربوبیت لانے کی کہ اللہ تعالیٰ کو جب ہم رب مان لیں گے تو بتایئے پھر ہم بیگانہ مال کھائیں گے؟ جب ہم اللہ کو رب مان لیں گے تو پھر ہم رشوت کھائیں گے؟ جب اللہ تعالیٰ کو رب مان لیں گے تو بتایئے پھر ہم بیگانہ مال کھائیں گے؟ ہم یہ جتنی گڑبڑ کرتے ہیں مالیات، اقتصادیات اور معاشیات کے مسئلے میں تو میرے بزرگو، میرے دوستو! ہمارے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے (اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی حرام کھانے سے بچائے) ہمارے ذہنوں میں یہ بات ہوتی ہے کہ اگر یہ رزق نہ ہوا تو بس میں مر جاؤں گا حالانکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رزق میں دیتا ہوں، بغیر رزق کے بھی میں زندگی دے سکتا ہوں اگر چاہوں تو رزق سامنے ہو اور زندگی نہ ہو۔ ہمارے کتنے بھائی بیمار ہوتے ہیں (اللہ بیماروں کو شفا بخشے) گھر میں ایک چیز پکتی ہے، بچے کھاتے ہیں، بیمار کھا جاتے ہیں لیکن ان بچاروں کے نصیب میں نہیں ہوتا کہتے ہیں کہ ڈاکٹر نے منع کیا ہے کہ تم یہ چیز نہ کھاؤ۔

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، حضور کی دعا ہے اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ - اے میرے اللہ! کوئی نہیں روک سکتا لِمَا اَعْطَیْتَ جس کو تو جو کچھ دے وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ اور جس چیز کو تو روک دے، کوئی دے ہی نہیں سکتا۔ دیکھ لیجئے (اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفا بخشے، یہ کبھی کبھی باتیں مثالوں کے لئے بیان ہوتی ہیں، کسی کے ساتھ طنز یا نعوذ باللہ کسی کی ہتک مقصود نہیں ہوتی۔ مومن کا تو اکرام کرنا مسلمان کا فریضہ ہے) ترکی کے صدر آج تک صاحبِ فراش ہیں، نہ حیات آتی ہے اور نہ موت آتی ہے لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی - کیا دنیا کی کوئی طاقت ہے کہ جمال گورسل کو یا آگے لے جائے یا پیچھے کرے۔ حَیّ ہے کہ نہیں؟ زندگی دیتا ہے۔ قیوم نہیں ہے، وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت قیومیت کا اظہار نہیں فرمایا حیات ہے، زندگی ہے، سانس آتا ہے جاتا ہے، نہ اس بچارے کو دفن کر سکتے ہیں، اور نہ اس بچارے کو کرسی پر بٹھا سکتے ہیں (اللہ تعالیٰ اس کے حال پر بھی اور سب بیماروں کے حال پر رحم و کرم فرمائے)

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ رب العالمین نے جو بات سمجھائی قرآن تو صداقت کی کتاب ہے۔ ہمارے بعض دوستوں میں سے غلطی سے کسی نے کہا یہ طب کی کتاب ہے، کسی نے کہا یہ فلسفے کی کتاب ہے۔ اپنے اپنے ذہن کے مطابق رجماً بالغیب کرتے رہے حالانکہ میرے دوستو قرآن تو هُدًى لِّلنَّاسِ ط ہے۔ قرآن تو ہدایت ہے۔ اَلْقُرْاٰنُ الْمُبِیْنُ ط کھول کھول کر باتیں بیان کرتا ہے جس کی ہدایت میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔

اگر رب العالمین کو ہم رب مان لیں تو ہماری ساری مشکلات آسان ہو سکتی ہیں۔ اگر رب العالمین کو رب نہ مانیں تو کوئی مشکل بھی حل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کو رب مان لینے کے بعد، اللہ تعالیٰ کو زندگی دینے والا مان لینے کے بعد، اللہ تعالیٰ کو قیوم مان لینے کے بعد، رب العالمین پر ایمان کامل رکھنے کے بعد انسان کو وہ سکون حاصل

حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ دنیا میں نہ کسی کو مارنے والا سمجھ سکتا ہے اور نہ کسی کو زندگی دینے والا سمجھ سکتا ہے، نہ کسی کو عزت دینے والا سمجھ سکتا ہے نہ کسی کو ذلیل کرنے والا سمجھ سکتا ہے۔ اس کا پھر ایمان ہو جاتا ہے۔

قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ط اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط

حضرت مولانا محمد جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ جن کی کتاب علم الصیغہ ہمارے ہاں پڑھائی جاتی ہے۔ صرف کی کتاب ہے۔ بڑی اچھی کتاب ہے، ان کو اور چند اور علمائے حق کو اور ان کے ساتھ چند امراء حضرات بھی تھے۔ رئیس لوگ۔ پہلے زمانے کے امراء بھی بڑے دیندار ہوتے تھے (اللہ تعالیٰ ہم سب کو دیندار بنائے) ان کے دلوں میں بھی دین کا بہت بڑا جذبہ ہوتا تھا۔ آپ اپنی تاریخ کو اٹھا کر دیکھ لیں جہاں جہاں علماء ہیں وہاں ساتھ امراء ہیں امراء نے علماء کے ساتھ مالی تائید کی اور علماء نے اپنے دین کو پھیلایا، علم کو پھیلایا۔ دونو نے مل کر اسلام کی گاڑی کو چلایا۔ اگر امراء کو نکال دیا جائے تو علماء بچارے کچھ نہیں کر سکتے اور علماء کو نکال دیا جائے تو امراء کچھ نہیں کر سکتے حق حلال کی دولت ملتی ہے ساتھ آکر تو پھر کام بنتا ہے۔ آج بھی اس دنیا میں اللہ کے ایسے بندے ہیں جو اپنے مالوں کو دین کے لئے نچھاور کر رہے ہیں (اللہ ہمارے سب امیروں کو دین کے لئے مال کو خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے) یہی مال بھائی باقی رہتا ہے۔ باقی مال تو ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے بوجھ ہے انسان کے لئے۔

بقیہ: حقیقی کارنامہ

ایک دفعہ آپ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ میں صرف اتنے الفاظ کہے۔

صاحبو! میں ایک زمانے میں اتنا نادار تھا کہ لوگوں کا پانی بھرتا وہ مجھے چھوہارے دیتے اور میں وہی کھا کر بسر کرتا۔ لوگوں نے دل میں خیال کیا کہ منبر پر کہنے کی یہ کون سی بات ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے خود ہی فرمایا:۔

کہ میری طبیعت میں ذرا غرور آگیا تھا اسے توڑ رہا ہوں —— اس طرح غرور کو توڑا ہے۔

اطلاعات و اعلانات

پروگرام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی بروز اتوار ۱۰ رجولائی کو نماز عصر دار العلوم صدیقیہ کوٹ عبدالمالک میں پڑھائیں گے بعد نماز مغرب سلسلہ بیعت واسباق وغیرہ ہوگا۔ بعد نماز مغرب مجلس ذکر ہوگی ۲۳ رجولائی بروز ہفتہ تا ۲۷ رجولائی کوہ مری میں ورود مسعود ہوگا۔ (حاجی بشیر احمد)

اسلامی سٹوڈنٹس فیڈریشن

۱۸ اپریل ۶۶ء کو گورنمنٹ کالج شیخوپورہ کے چند طلباء نے زیر صدارت مولانا محمد یعقوب جلسہ بانی ناظم مدرسہ عربیہ اسلامیہ چوہڑ کانا اپنی ایک تنظیم قائم کی جس کا نام "اسلامی سٹوڈنٹس فیڈریشن" رکھا گیا یہ فیڈریشن تبلیغ واشاعت دین اور طلباء میں اسلامی اقدار کے احیاء کے لئے اپنی تمامتر مساعی صرف کرے گی۔

ہر طالب علم اس تنظیم کا رکن بن سکتا ہے۔ نائب ناظم

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم لِلّٰہ کا سالانہ دورہ روز

اعلان

جمعیۃ علماء اسلام سرگودھا ایک کیلنڈر شائع کر رہی ہے جس میں ہجری اور عیسوی دونوں تاریخیں ہونگی اور جمعیۃ کے اغراض ومقاصد درج ہونگے۔ یہ کیلنڈر ٹین کا ہوگا۔ ۱۴ انچ لمبا اور دس انچ چوڑا ہوگا۔ جو جماعتیں جتنی تعداد میں منگوانا چاہیں مندرجہ ذیل پتہ پر آرڈر بک کرائیں تاکہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے۔ کیلنڈر پر ڈیڑھ روپیہ خرچہ ہے اور اسی ریٹ پر دیا جائے گا محصولڈاک علاوہ ہے (محمد صادق ناظم دفتر جمعیۃ علماء سرگودھا)

جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لاہور۔ جامع مسجد باغ والی سرکلر روڈ بیرون شاہ عالمی دروازہ لاہور کے متصل گراؤنڈ میں ۲۰ ربیع الاول ۸۶ھ مطابق ۹ جولائی ۶۶ء بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء ایک عظیم الشان جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوگا جس میں حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب خطیب لائل پور حضرت مولانا ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر اڈیٹر خدام الدین لاہور۔ حضرت مولانا صاحبزادہ سید منظور شاہ کھروڑی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور۔ تمام باشندگان لاہور سے جلسہ ہذا میں شرکت کی درخواست ہے۔

محمد احمد امام وخطیب مسجد باغ والی بیرون شاہ عالمی گیٹ لاہور

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا

ماہنامہ الحق

پاکستان کا ممتاز علمی ودینی مجلہ

سالانہ چندہ چھ روپے غیر ممالک سے ایک پونڈ

ماہنامہ الحق کے لئے ہر شہر اور قصبہ میں دیانتدار اور محنتی ایجنٹوں کی ضرورت ہے خدام الدین کے ایجنٹوں کو ترجیح دی جائے گی۔

مسجدوں کے لئے کیلنڈر مفت

مسجدوں میں لگانے کے لئے اسلامی تاریخوں کا دو رنگہ خوبصورت کیلنڈر صرف ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر بالکل مفت طلب کریں مسجد کا نام ضرور لکھیں۔

عبدالجلیل سواتی کوارٹر ۱۰ نزد پھاٹک بلدیہ ریلوے اسٹیشن ماری پور روڈ۔ گلبائی کراچی۔

بچوں کا صفحہ

حقیقی کارنامہ

محمد افضل بی اے گورنمنٹ سکول، ھری پور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دس سالہ دور حکومت میں ایران و روم کی عظیم سلطنتیں مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گئیں۔ ہندوستان کی سرحد سے لے کر شمالی افریقہ تک مسلمانوں کی حکومت تھی مگر اتنی وسیع حکومت کے باوجود ظلم و جور کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں آیا۔ ان فتوحات سے بھی بڑھ کر حضرت عمر رضؓ کا ایک اور حقیقی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مذہبی بنیادوں پر ایک ایسا عادلانہ نظام حکومت مرتب کیا جو مسلمانوں کی شرافت و ثقافت کا ضامن تھا اور جس سے بڑھ کر عادلانہ نظام آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔

تبلیغ اسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلا فرض اسلام کی تبلیغ تھا۔ چنانچہ آپ نے مختلف ذرائع اختیار کئے اور آپ کے عہد میں اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی لیکن جبر سے نہیں بلکہ اسلام کی خوبیوں کی تبلیغ کے ذریعے۔ آپ جبری اسلام کے خلاف تھے۔ ایک دفعہ ایک غلام کے سامنے اسلام پیش کیا اس نے انکار کیا تو آپ نے فقط "لا اکراہ فی الدین" کہہ کر چھوڑ دیا۔

جب کسی ملک پر فوج کشی ہوتی۔ تو سپہ سالار کو تاکید کر دی جاتی کہ وہ سب سے پہلے اسلام پیش کرے — تبلیغ اسلام کی سب سے بڑی ترکیب یہ ہے کہ غیر مذہب والوں کے سامنے اسلام کا ایسا عملی نمونہ پیش کیا جائے جس سے متاثر ہو کر وہ خود بخود اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔ اس ضمن میں حضرت عمر رضؓ کا اصلی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تعلیم و ارشادات اور احتساب سے مسلمانوں کو اسلام کی سچی تصویر بنا دیا تھا۔ جسے دیکھ کر غیر قومیں خود بخود اسلام کی طرف کھنچتی تھیں۔

مساوات

عہدِ فاروقی کی ایک قابلِ قدر خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے تمام بے جا امتیازات کو مٹا کر امیر و غریب اور بلند و پست کو ایک سطح پر کر دیا۔ اس کا عملی نمونہ خود ان کی اپنی ذات تھی۔ بادشاہ اور عام رعایا کے حقوق میں کوئی فرق نہ تھا۔ معمولی معمولی باتوں میں بھی اس کا خاص خیال رکھتے۔ عمر بن العاص رضؓ نے مصر کی جامع مسجد میں منبر بنوایا تو آپ نے لکھ بھیجا کیا تم پسند کرتے ہو کہ مسلمان نیچے بیٹھیں اور تم اوپر۔ شام کا ایک نامور فرمانروا جبلہ عیسائی "مسلمان" ہو گیا۔ طواف میں اس کی چادر کا ایک کونہ ایک شخص کے پاؤں تلے آ گیا۔ جبلہ نے غصے میں آ کر اسے تھپڑ دے مارا۔ اس شخص نے برابر کا جواب دیا۔ جبلہ نے حضرت عمر رضؓ سے شکایت کی۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا تم نے جیسا کیا ویسا پا لیا۔ اس نے امارت کے نشے میں کہا۔ ہم وہ لوگ ہیں کہ اگر کوئی ہم سے گستاخی کرے تو قتل کا سزاوار ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا۔ ہاں زمانۂ جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے اس تفریق کو ختم کر دیا ہے۔

حُبِّ رسولؐ

حضرت عمر رضؓ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے والہانہ عقیدت اور محبت تھی۔ جان، مال، اولاد غرض کہ ہر عزیز چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان تھی۔ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن کے لئے ازواج مطہرات سے ناراض ہو کر علیحدگی اختیار کر لی۔ چنانچہ ایک روز حضرت عمر رضؓ آستانۂ نبویؐ پر حاضر ہوتے لیکن بار بار اذن طلب کرنے پر بھی جب حاضری کی اجازت نہ ملی تو زور سے پکار کر عرض کی یا رسول اللہ! خدا کی قسم! میں حفصہ رضؓ (ام المومنین اور حضرت عمر رضؓ کی صاحبزادی تھیں) کی سفارش کے لئے نہیں آیا ہوں اور اگر حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو میں ابھی اس کا سر قلم کر دوں۔

زہد و قناعت

حضرت عمر رضؓ کی کتاب اخلاق کا ایک روشن باب زہد و قناعت اور تواضع و انکساری ہے۔ حکومت پر متمکن ہونے کے بعد جس زہد و قناعت کا نمونہ آپ نے پیش کیا تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک طرف ایران کی فوج کشی ہے، قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے گفت و شنید درپیش ہے۔ خالد رضؓ اور امیر معاویہ رضؓ سے باز پرس کی جا رہی ہے، فاتح ایران و مصر کے نام حکمنامے جاری ہیں تو دوسری طرف بدن پر پیوند لگا ہوا کرتہ ہے۔ سر پر پھٹا ہوا عمامہ، پاؤں میں پرانی جوتی۔ اور اس حالت میں گھروں میں پانی بھرنے کے لئے کاندھے پر مشک ہے یا کوئی وقت ایسا ہوتا ہے کہ کام سے تھک کر مسجد کے کسی گوشے میں فرشِ خاک پر استراحت فرما رہے ہیں۔ باہر آپ کبھی خیمہ کا انتظام نہ کرتے جہاں قیام کرنا ہوتا درخت کے سائے میں پڑ رہتے۔ جن لوگوں کی نگاہیں شان و شوکت چاہتی تھیں انہیں بعض اوقات آپ کی سادگی کی وجہ سے ڈھونڈنے میں دقت ہوتی۔ شام کے سفر میں جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو اس خیال سے کہ عیسائی امیر المومنین رضؓ کو اس حالت میں دیکھ کر کیا کہیں گے قیمتی لباس اور ترکی گھوڑا پیش کیا گیا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ ہمیں خدا نے اسلام کی جو عزت دی ہے ہمارے لئے وہی کافی ہے۔

احتسابِ نفسی

حضرت عمر رضؓ کے دل میں جب کبھی عُجب اور غرور کا شائبہ تک ہوتا تو فوراً اس کا تدارک کرتے۔ چنانچہ

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱-۲۴۸۱ مورخہ ۲ر ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD9-2-767/9/39 مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۶۳ء

ایجنٹ حضرات اور قارئین کرام "ہفتہ وار خدام الدین" کی فوری توجہ کی ضرورت

ایجنٹ حضراتِ "ہفتہ وار خدام الدین" کی طرف سے بلوں کی ادائیگی میں تاخیر ادارہ کے لئے بڑی پریشانی کا موجب بنی ہوتی ہے۔ ایجنٹ حضرات کو بار بار اس تاخیر کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے لیکن بالکل بے سود۔ سوائے چند ایک حضرات کے باقی صاحبان بلوں کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں کرتے اور جو کچھ ادا کرتے بھی ہیں وہ رقم ان کے بل کی مجموعی رقم کے مقابلہ میں بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے پرچہ کی کتابت، طباعت اور سٹاف وغیرہ کی تنخواہ کا انتظام کرنے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے اور یہ مالی مشکلات رسالہ کی اشاعت میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔ کیا ایجنٹ حضرات نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ بل ماہ بماہ وقت پر وصول نہ ہونے کی صورت میں رسالہ کی اشاعت کے اخراجات کس طرح پورے کئے جاتے ہیں؟

ایجنٹ حضرات اور قارئینِ کرام پر بخوبی واضح ہے کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہفتہ وار خدام الدین محض قال اللہ و قال الرسول کی آواز عام کرنے کی غرض سے شائع کرانا شروع کیا تھا کوئی تجارتی غرض یا دنیوی نفع اس سے مقصود نہ تھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کی پوری رعایت رکھی تھی کہ خواص و عوام یکساں طور پر اس سے استفادہ کر سکیں چنانچہ اس کی قیمت صرف چار آنے تجویز فرمائی تھی۔ یہ قیمت ایجنٹوں کو کمیشن ادا کرنے کے بعد بصد مشکل اصل لاگت کو پورا کرتی ہے۔ صد افسوس ہے کہ اکثر ایجنٹ حضرات ادارہ کی ان مشکلات کی طرف سے غفلت کوشی سے کام لے رہے ہیں ان کا یہ طرزِ عمل ادارہ کیلئے کئی مصیبتوں کا پیش خیمہ ہے اور پرچہ انتہائی مشکلات سے دوچار ہے۔ اگر ان کے اس مجرمانہ تغافل کے باعث پرچہ کو نقصان پہنچا تو وہ عند اللہ جواب دِہ ہونگے کہ انہوں نے دین کے کام میں روڑا اٹکایا۔

بقایا جات کی ادائیگی کی تاخیر کے لئے بعض ایجنٹ حضرات اکثر یہ شکایت کرتے ہیں کہ قارئین کرام وقت پر ان کی رقوم ادا نہیں کرتے اس لئے قارئین کرام کی خدمت میں بھی ادارہ التماس کرتا ہے کہ اپنے اپنے شہر کے ایجنٹ کی رقم ماہ بماہ چکا دیا کریں تاکہ وہ بل کی رقم ادا کرنے میں کئی کئی ماہ تک خاموش نہ بیٹھے رہیں۔

ان حالات کے پیشِ نظر ادارہ ایجنٹ حضرات سے ایک دفعہ پھر درخواست کرتا ہے کہ اپنے بقایا جات زیادہ سے زیادہ ۳۱ر جولائی ۱۹۶۶ء تک ادا کر دیں تاکہ مالی مشکلات رسالہ کی اشاعت میں رکاوٹ کا باعث نہ بنیں۔ ورنہ یکم اگست ۱۹۶۶ء سے پرچہ کی ترسیل بند کر دی جائے گی اور بقایا جات کی وصولی کے لئے چار و ناچار قانونی کارروائی کرنی پڑیگی۔ امید ہے کہ ایجنٹ حضرات اس مہلت سے فائدہ اٹھائیں گے اور ادارہ کو مالی مشکلات سے نجات دلائیں گے۔ ورنہ ۳۱ر جولائی ۱۹۶۶ء کے بعد ان کے نام رسالہ میں شائع کر دئے جائیں گے۔

★ ——— مینجر ہفت روزہ خدام الدین

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا